ابنِ صفی

جلد نمبر
17

جاسوسی دنیا

53- سرخ دائرہ

54- خونخوار لڑکیاں

55- سائے کی لاش

جاسوسی دنیا نمبر 54

خونخوار لڑکیاں

(مکمل ناول)

قاسم اور وہ لڑکیاں

گرانڈیل احمق قاسم راجرس اسٹریٹ کے موڑ پر بڑی دیر سے ان دونوں لڑکیوں کا انتظار کررہا تھا۔ وہ اب تک درجنوں بار ان کا تعاقب کر چکا تھا۔ وہ لڑکیاں راجرس اسٹریٹ ہی میں کہیں رہتی تھیں لیکن قاسم ان کے گھروں سے ناواقف تھا۔ اس کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی کہ وہ راجرس اسٹریٹ کے اندر قدم بھی رکھتا۔ وجہ یہ تھی کہ وہاں اس کے باپ کے کئی شناسا رہتے تھے اور قاسم اپنے باپ سے بھی زیادہ اس کے ہنٹر سے ڈرتا تھا اور ہنٹر بھی ایسا نامعقول تھا کہ صرف لڑکیوں ہی کے معاملے میں بہت زیادہ چاق و چوبند ہوجایا کرتا تھا۔ قاسم کی بیوی دراصل اس کے باپ کی بھتیجی تھی اور قاسم کا کہنا تھا کہ وہ اس کی سب کچھ ہوسکتی تھی لیکن بیوی کبھی نہیں ہوسکتی..... ہاں تو وہ ہنٹر صرف قاسم کی بیوی کے تحفظ کے لئے تھا۔

لیکن جسے کیپٹن حمید دھکا دے جائے اُسے ڈوبنے سے کون بچا سکتا ہے۔ قاسم آج کل دراصل اسی کی نصیحت پر عمل کررہا تھا۔ یہ مشورہ اسی کا تھا کہ قاسم لڑکیوں کا تعاقب کیا کرے، کبھی تو کسی کا دل پسیجے گا۔ قاسم نے بھی سوچا ہرج ہی کیا ہے اس میں۔ کسی قسم کے دھوکے کا بھی امکان نہیں۔ دھوکے کا امکان اُس صورت میں ہوتا جب حمید یہ کہتا کہ ہم دونوں مل کر

لڑکیوں کا تعاقب کریں گے۔ اس پر تو وہ قیامت تک راضی نہ ہوتا کیونکہ کئی بار حمید کے چکر میں پڑ کر اپنی حجامت بنوا چکا تھا۔

بہر حال قاسم نے ایک چھوڑ دو لڑکیوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ ایک نہیں تو دوسری ضرور پسیجے گی۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ پندرہ دن گذر جانے کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا ہو۔

یہ دونوں لڑکیاں اُسے بہت اچھی لگتی تھیں۔ اچھے لگنے کی وجہ ان کی خوبصورتی نہیں تھی، خوبصورت تو وہ تھیں ہی نہیں، بس یونہی معمولی سا ناک نقشہ تھا۔ قاسم کو وہ اس لئے پسند آئی تھیں کہ اس کے الفاظ میں ''خاصی تنگڑی تھیں''۔

وہ صبح نو بجے ہی راجرس اسٹریٹ کے موڑ پر آ جایا کرتا تھا۔ حالانکہ لڑکیاں دس بجے سے پہلے نہیں آتی تھیں۔

آج بھی وہ ٹھیک نو بجے ہی وہاں پہنچا تھا۔ مگر آدھے گھنٹے تک انتظار کرتے رہنے کے بعد اچانک اُسے یاد آیا کہ آج تو اتوار ہے۔ وہ کالج نہیں جائیں گی۔ یہ سوچ کر قاسم کے دل میں اداسی کے بادل چھا گئے۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور دل ہی دل میں اپنے باپ کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ جس کی بدولت اُسے لڑکیوں کے پیچھے کتوں کی طرح مارا مارا پھرنا پڑتا تھا۔ اگر اس نے اُس کی شادی کسی چھ فٹ اونچی اور کم از کم ڈھائی فٹ چوڑی عورت سے کی ہوتی تو آج اُس کی زندگی بھی کسی گھریلو قسم کے شریف آدمی کی طرح بسر ہو رہی ہوتی۔

دبلی پتلی لڑکیوں سے اُسے اتنی نفرت ہو گئی تھی کہ وہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا خواہ وہ اندر کے اکھاڑے کی پریاں ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر کبھی کسی دبلی پتلی لڑکی پر نظر بھی پڑ جاتی تو وہ نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر اس انداز میں بڑبڑانے لگتا جیسے اس کی ہڈیاں سلگ رہی ہوں۔ ایسے مواقع پر اگر کوئی اس کے قریب ہوتا تو اُسے یہ الفاظ ضرور سنائی دیتے۔

''ایسی ہو تو مر ہی کیوں نہیں جاتیں۔ زمین کا بوجھ ہلکا کرو۔ خدا کرے ٹی بی ہو جائے۔ چولہے میں جاؤ۔'' وہ اسی طرح ناک سکوڑ سکوڑ کر بڑبڑاتا ہوا اس کے قریب سے گذر جاتا۔

اس وقت بھی وہ بڑبڑا رہا تھا۔ یعنی اپنے باپ کے متعلق زبان سے کچھ سوچ رہا تھا۔ اکثر

وہ زبان سے بھی سوچنے لگتا تھا لیکن جس دن اُسے اس کی ذہنی حالت زبان سے سوچنے پر مجبور کرتی تھی اُس دن کسی نہ کسی سے اس کا جھگڑا ضرور ہو جاتا تھا۔ وہ راجرس اسٹریٹ کے موڑ سے ہٹ کر سڑک کی دوسری طرف کے فٹ پاتھ پر چلا گیا۔ سامنے ہی ایک کتاب فروش کی دوکان تھی جس کے شوکیس میں چمچماتے ہوئے مغربی رسائل رکھے ہوئے تھے۔ وہ جھک کر اُن کے سرِاوراق کی نیم عریاں تصویریں دیکھنے لگتا۔ ان میں کچھ رسائل کھیل کود سے متعلق بھی تھے ایک پر اسے ایک گھونسہ باز کی تصویر نظر آئی جو اپنے ہاتھوں میں گھونسے بازی کے دستانے پہنے ہوئے ایسے انداز میں کھڑا تھا جیسے اپنے حریف پر حملہ کرنے یا اس کا حملہ روکنے جارہا ہو۔ تصویر کو دیکھتے دیکھتے قاسم کی ذہنی رو بہک گئی اور وہ یہ بھول کر کہ ایک دوکان کے سامنے کھڑا ہے تصویر ہی کا سا پوز بنانے لگا۔

دوکاندار نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ دو ایک راہگیر بھی رک گئے اور پھر اچانک قاسم کو بھی اپنی حماقت کا احساس ہو گیا۔ اس نے عجیب طرح کا منہ بنایا اور پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں دوکاندار سے پوچھا۔

”قتنے..... کتنے قا..... ہے بھائی۔“

”کیا چیز جناب۔“ دوکاندار نے مسکرا کر پوچھا۔

اس کی مسکراہٹ قاسم کو زہر ہی لگی اور اُسے غصہ آ گیا۔

”ابے یہاں کتابوں اور کسالوں..... رسالوں کے علاوہ اور کیا ہے۔“ قاسم دہاڑا۔

”آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔“ دوکاندار نے بھی اپنے نتھنے پھلائے۔

قاسم کو اس کا لہجہ اتنا بُرا لگا کہ اُس نے اس کے سر پر دوہتھڑ رسید کر دیا۔

دوہتھڑ اور قاسم جیسے دیوزاد کا۔ خدا کی پناہ..... دوکاندار کے حلق سے ایک بیساختہ قسم کی کراہ نکلی اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کے جان پہچان والے ہاں ہاں کر کے دوڑے..... اور قاسم پینترا بدل کر کھڑا ہو گیا۔

کچھ تو وہ تھا ہی کریک اور کچھ اس بات کا خیال آ گیا تھا کہ نگاراں خوبرو کی گلی کے سامنے آن نہ جانے پائے۔ ایک مجہول سے آدمی نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش

کی لیکن دوسرے ہی لمحے میں قاسم کا بھرپور تھپڑ اُسے سڑک پر لے گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ لوگوں نے چاروں طرف سے قاسم پر یورش کردی۔ قاسم جم کر لڑ تو سکتا تھا لیکن اپنے ہاتھی جیسے ڈیل ڈول کی بناء پر بھاگ نہیں سکتا تھا۔ حالانکہ جنگ مغلوبہ کی صورت میں بھاگ نکلنا ہی زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

دو ہی چار ہاتھ چلانے کے بعد قاسم کو خیال آیا کہ ایسے میں وہ دونوں لڑکیاں نہ آ جائیں اگر انہوں نے اسے اس طرح ہاتھا پائی کرتے دیکھ لیا تو یہی سمجھیں گی کہ وہ کوئی لوفر ہے۔ ذہنی رو کا بہکنا تھا کہ اس کے قالب میں سعادت مندی حلول کرنے لگی۔ ہاتھ سست پڑنے لگے ظاہر ہے ایسی صورت میں پٹ جانے کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا۔ اب اُس پر چاروں طرف سے تھپڑ اور گھونسے پڑنے لگے مگر وہ سب اس کے سامنے بالشتیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نیک نفس اور شریر ہاتھی کو چند شریر بچے چھیڑ رہے ہیں۔ قاسم ان کے وار اپنے بازوؤں پر روک روک کر انہیں اس انداز میں پیچھے دھکیل رہا تھا جیسے وہ سب کچھ مذاق ہی رہا ہو۔

پھر اچانک قریب ہی ایک دوسرا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ شاید وہ اس سے بھی زیادہ اہم تھا کیونکہ قاسم کی بھیڑ دوسری طرف بھاگنے لگی۔

دیکھتے ہی دیکھتے قاسم وہاں تنہا رہ گیا۔ لوگ اپنی دوکانیں چھوڑ چھوڑ کر مجمع کی طرف جا رہے تھے اور قاسم کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

وہ یوں بھی کافی لمبا تھا اور اس وقت فٹ پاتھ پر کھڑا تھا، جو سڑک سے تقریباً ایک فٹ اونچی ضرور رہی ہوگی۔ بہرحال وہ مجمع کے اندر کا حال بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

مجمع میں اُسے وہی دونوں لڑکیاں نظر آئیں...... مگر عجیب حال میں...... وہ پاگلوں کی طرح اچھل اچھل کر ہاتھ میں آئی ہوئی چیزیں کلاک ٹاور کی طرف پھینک رہی تھیں۔ اپنے سینڈل، فاؤنٹین پن، سڑک پر پڑے ہوئے کیلے کے چھلکے، جو کچھ بھی ہاتھ لگا کلاک ٹاور کی گھڑی پر کھینچ مارا۔ ان کی زبان سے گالیوں کے طوفان امنڈ رہے تھے۔

قاسم بُری طرح بدحواس نظر آنے لگا لیکن اچانک اس کی کھوپڑی کی تاریکیوں میں ایک نیا

خیال طلوع ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہیں انہوں نے اس کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے تو یہ سب کچھ نہیں کیا۔ عورت کے معاملے میں بڑے بڑے افلاطونوں کا منطقی شعور مردہ ہو جاتا ہے، پھر وہ بیچارہ تو پیدائشی ہونق تھا۔ یہ خیال اُسکے ذہن میں ابھرا اور پتھر کی لکیر کی طرح اٹل ہو گیا۔

خوابوں کے جزیرے کی پریاں اس کا سر سہلانے لگیں اور اس کے ریشے ریشے میں محبت انگڑائیاں لینے لگی۔ ان دونوں لڑکیوں کی محبت جنہوں نے مہذب اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی اسے بچانے کے لئے اس طرح رسوا ہونا گوارا کرلیا تھا۔ دریائے محبت جوش میں آیا اور قاسم بھیڑ کو چیرتا ہوا ان دونوں کے قریب پہنچ گیا۔

''بس بس جانے دیجئے۔ میں کیا ان سالوں سے ڈرتا ہوں۔'' قاسم خلاف عادت بہت روانی کے ساتھ بولا۔ ورنہ وہ لڑکیوں سے گفتگو کرتے وقت عموماً ہکلانے لگتا تھا۔

''ہاٹ...... سامنے سے۔'' ایک لڑکی نے اچھل کر اپنا ہاتھ گھما دیا اور وہ ہاتھ براہِ راست قاسم کے داہنے گال پر پڑا۔ دوسری طرف سی دوسری لڑکی نے حملہ کیا۔

''ہائیں...... ہائیں...... ارے......!'' قاسم بوکھلا کر پیچھے ہٹنے لگا۔ اچانک ایک نے اچھل کر قاسم کے بال پکڑے اور پوری قوت سے نیچے کی طرف جھکانے لگی۔ اسے اس میں کچھ دشواری بھی نہیں ہوئی کیونکہ وہ ایک لڑکی تھی، ایسی لڑکی جس کا تعاقب وہ عرصے تک کرتا رہا تھا۔ وہ کوئی مرد نہیں تھا جسے قاسم کی ایک ہی ضرب موت کے گھاٹ اتار دیتی۔

قاسم ہکلاتا ہوا جھکتا چلا گیا۔ دوسری لڑکی اس کی پشت پر گھونسے برسانے لگی۔

لوگوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا...... قہقہے اور تالیاں......!

قاسم کا یہ عالم تھا کہ اب اس کی ہکلاہٹ بھی بند ہو گئی تھی۔ پھر اچانک پولیس آ گئی جس کے ساتھ زنانہ فورس کی تین لڑکیاں بھی تھیں۔ حلقے کا تھانہ یہاں سے قریب ہی تھا اور آج کل ہر تھانے پر زنانہ فورس کی دو تین لڑکیاں ضرور رہتی تھیں۔ شہر کے حالات ہی کچھ ایسے تھے۔

ان لڑکیوں نے قاسم کا پیچھا چھڑایا اور انہیں ان وحشی لڑکیوں کو قابو میں لانے کے لئے بھی زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی کیونکہ پولیس کو دیکھتے ہی ان کی حالت میں حیرت انگیز تبدیلی ہو گئی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سوتے سوتے جاگ پڑی ہوں اور اب ان کے

چہرے پر خوف کے آثار بھی نظر آنے لگے تھے۔

''آپ کون ہیں؟'' سب انسپکٹر نے قاسم سے پوچھا جسے اپنے کپڑے جھاڑنے تک کا ہوش نہیں تھا۔

''مم......میں......!'' قاسم تھوک نگل کر رہ گیا۔

''میں بتاتا ہوں۔'' ایک آدمی بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے آیا۔ یہ وہی دوکاندار تھا جس کے سر پر قاسم نے کچھ دیر قبل دو ہتھڑ رسید کیا تھا۔

''جناب......!'' اس نے سب انسپکٹر سے کہا۔ ''یہ حضرت بھی پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ دو تین آدمیوں کو مارا تھا۔ آپ دوسروں سے دریافت کر سکتے ہیں۔''

''ابے بھاگ......تو نے بھی تو...... بدتمیزی کی تھی۔'' قاسم ہانپتا ہوا دہاڑا۔

''دیکھا آپ نے......کیا یہ شریفوں کی طرح گفتگو کر رہے ہیں۔'' دوکاندار نے سب انسپکٹر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بس چلے جاؤ......ورنہ اچھا نہ ہوگا۔''

''آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔'' دفعتاً سب انسپکٹر نے قاسم کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

''آپ بھی ذرا ہوش ہی میں رہئے گا، جی ہاں۔ میں کسی بنئے کا لونڈا نہیں ہوں۔''

''چلو......!'' سب انسپکٹر نے اپنے ساتھیوں کیطرف مڑ کر بولا۔ ''انہیں گاڑی میں بٹھاؤ۔''

''میں نہیں جاؤں گا۔'' قاسم دہاڑا۔ ''تم مجھے اس طرح نہیں لے جا سکتے۔ میں اپنی کار میں جاؤں گا۔''

''تمہاری کار......شاید ابھی دماغ قابو میں نہیں آیا۔'' سب انسپکٹر تلخ سی ہنسی کیساتھ بولا۔

''کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو۔'' قاسم غرایا۔ ''تم مجھے اس طرح نہیں لے جا سکتے۔ اگر میری کار غائب ہوگئی تو تم زندگی بھر کمانے کے بعد بھی اس کی قیمت ادا نہ کر سکو گے......ہاں۔''

''یہ حقیقت تھی کہ قاسم یہاں تک اپنی شاندار بیوک میں آیا کرتا تھا اور اُسے راجرس اسٹریٹ سے ایک فرلانگ پیچھے چھوڑ کر خود پیدل یہاں تک آتا اور لڑکیوں کی آمد کا منتظر رہتا۔

وہ لڑکیاں راجرس اسٹریٹ سے نکل کر سڑک پر آتیں انکا تعاقب بھی پیدل ہی ہوتا تھا۔

''دھکا دے کر گاڑی میں بٹھاؤ۔'' سب انسپکٹر اپنے آدمیوں کی طرف دیکھ کر گرجا۔

''پچھتانا پڑے گا۔ میں بتائے دیتا ہوں۔'' قاسم ہوا میں مکا ہلاتا ہوا بولا۔ ''میں کہتا ہوں کہ میں اپنی گاڑی ہی میں بیٹھ کر کہیں جا سکتا ہوں۔''

سب انسپکٹر چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''کہاں ہے گاڑی۔''

''اُدھر......!'' قاسم نے مجمعے کے اوپر سے مخالف سمت میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

سب انسپکٹر نے ایک کانسٹیبل کو ساتھ جانے کا اشارہ کیا۔ قاسم آگے بڑھ کر لوگوں کو ہٹاتا ہوا نکلا چلا گیا۔ لیکن اب اس کے حواس گم تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ اُسے تھانے لے جائیں گے، بات بڑھے گی، پھیلے گی پھر اگر اُس کے باپ کے کانوں تک یہ خبر گئی تو بارات ہی چڑھ جائے گی۔

چمڑے کا ہنٹر قاسم کی آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگا۔ معاملہ لڑکیوں کا تھا وہ اپنی کار کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ کانسٹیبل بھی قریب پہنچ گیا تھا، وہ اسے اس شاندار بیوک کے قریب رکا ہوا دیکھ کر جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا۔

''تم کس کے ڈرائیور ہو......!'' اس نے قاسم سے پوچھا۔

''ہائیں......ڈرائیور......!'' قاسم آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ''میں اپنا ڈرائیور ہوں۔ اب تم سے کیا بات کروں، اپنے سب سے بڑے آفیسر کے پاس لے چلو۔''

''آئی جی صاحب آج کل دورے پر ہیں۔'' کانسٹیبل نے احمقانہ انداز میں کہا۔

''کون بائی جی۔''

''آئی۔ جی......آئی جی۔''

''کوئی بھی ہوں، مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔'' قاسم غرایا۔ لیکن ذہنی طور پر وہ اس وقت ایک خرگوش سے بھی بدتر ہو رہا تھا۔ اچانک ایک خیال بڑی تیزی سے اُس کے ذہن میں اُبھرا اور اس نے کانسٹیبل سے کہا۔

''میں فون کرنا چاہتا ہوں۔''

''دیر ہو رہی ہے، داروغہ جی مجھے کھا جائیں گے۔''

''میں تمہیں مالا مال کر دوں گا پیارے ...... بس دو منٹ ...... میرے ساتھ سامنے والے ریستوران تک چلو۔''

''دیر نہ کیجئے گا۔''

''نہیں پیارے الاقسم......!''

قاسم تیزی سے سڑک پار کرنے لگا۔ اس وقت بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی سڑک کوٹنے والے انجن میں تیز رفتاری پیدا ہو گئی ہو۔ کانسٹیبل سائے کی طرح اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ قاسم اتنا بدحواس تھا کہ اس نے ریستوران میں پہنچ کر کاؤنٹر کلرک کی اجازت کے بغیر ہی نمبر ڈائیل کرنے شروع کر دیئے۔

''ہیلو......!'' وہ ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔ ''اس کی آواز حلق کے بجائے بلغم بھرے ہوئے پھیپھڑوں سے نکلتی معلوم ہو رہی تھی۔

''ہیلو! کون صاحب بول رہے ہیں۔ کون حمید بھائی......آہا...... میں بول رہا ہوں...... قاسم قاسم! ...... خدا کے لئے مجھے بچاؤ...... میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ یہ لوگ مجھے پرنسٹن کے تھانے میں لے جا رہے ہیں۔''

''تم کہاں سے بول رہے ہو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''یہاں سے۔''

''ابے کہاں سے......جگہ کا نام......ڈیوٹ......!''

''میں ڈیوٹ ...... میرا باپ ڈیوٹ...... حمید بھائی...... بس آ جاؤ۔ میں راجرس اسٹریٹ کے قریب والے ریستوران کیا نام ہے...... کیا نم...... کیفے جلٹھنڈے سے بول رہا ہوں۔ وہ یار کچھ گھپلا ہو گیا ہے۔ دو لڑکیاں بھی ہیں۔''

''ارے! تو کیا وہ تم ہو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''وہی لڑکیاں تو نہیں، جنہوں نے کلاک ٹاور پر پتھر برسائے ہیں۔''

''وہی......وہی...... الاقسم حمید بھائی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں۔''

''میری موجودگی میں آپ ایسا نہیں کر سکتے۔'' پیچھے کھڑے ہوئے کانسٹیبل نے کہا۔

''اماں نہیں بھائی میں مذاق کر رہا تھا۔'' قاسم نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے بغیر کہا۔

''کیا......؟'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''مجھے بچاؤ......حمید بھائی۔''

''تم گدھے ہو، میرا وقت برباد نہ کرو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

''خدا تمہیں غارت کرے۔'' قاسم ریسیور رکھ کر کانسٹیبل کی طرف پلٹا۔ چند لمحے اسے قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''تم نے بیچ میں بول کر کباڑا کر دیا۔''

''میں نے کیا کیا۔'' کانسٹیبل کی تیوریاں بھی چڑھ گئیں۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ میں مذاق کر رہا ہوں......وہ سمجھا شاید میں نے اس سے کہا ہے۔ اب وہ نہیں آئے گا۔''

''کون نہیں آئے گا۔''

''محکمہ سراغ رسانی کا کیپٹن حمید۔''

''آپ انہیں کیا جانیں۔''

''کیوں نہ جانوں......تم کون ہوتے ہو اعتراض کرنے والے۔''

''اچھا چلئے......دیر ہو رہی ہے۔''

قاسم نے جھنجھلا کر اُسے ایک موٹی سی گالی دینی چاہی لیکن یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ موٹی سی عقل اس موٹی سی گالی پر غالب آ گئی۔ چونکہ کانسٹیبل کی بالائی منزل کی چھت سرخ رنگ کی تھی اور قاسم اسے عینک کے بغیر بھی صاف دیکھ سکتا تھا، اس لئے اُس کے منہ سے گالی نہ نکل سکی، ہوسکتا ہے بچپن میں وہ سرخ پگڑیوں سے خوف ہی کھاتا رہا ہو۔ سب انسپکٹر کی خاکی پگڑی سے وہ ذرہ برابر بھی مرعوب نہیں ہوا تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر بعد وہ اپنی کار سمیت پرنسٹن کے تھانے میں پہنچ گیا۔

انچارج نے نیچے سے اوپر تک دیکھ کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر وہ اُن دونوں لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا جو بہت زیادہ خائف اور ساتھ ہی ساتھ شرمندہ بھی نظر آ رہی تھیں۔ لیکن اُس

نے اُن سے کسی قسم کے سوالات نہیں کئے۔ قاسم سے بھی کچھ نہیں پوچھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کا منتظر ہو۔

قاسم بار بار ان دونوں کو گھورنے لگتا تھا۔ وہ الجھن میں تھا۔ الجھن کی بات ہی تھی وہ تو سمجھا تھا کہ انہوں نے یہ حرکت محض اس لئے کی ہے کہ لوگ اس کا پیچھا چھوڑ کر اُن کی طرف متوجہ ہو جائیں، مگر پھر اُسے انہیں کے ہاتھوں پٹنا پڑا تھا۔ اس کا ذہن ان کے اس رویہ کو کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

''ہمیں کچھ کہنا ہے۔'' اچانک ایک لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں انچارج سے کہا۔

''مجھے سننا آتا ہی نہیں۔'' انچارج بے رخی سے بولا اور قاسم کو غصہ آ گیا۔ وہ ان لڑکیوں کی توہین کیسے برداشت کر لیتا جن کا تعاقب اتنے دنوں سے کرتا رہا تھا۔ غصے میں اس کی زبان ذرا کم لڑکھڑاتی تھی۔ اس لئے وہ اپنے مخصوص انداز میں دہاڑا۔

''آپ کو سننا پڑے گا۔''

''بس آپ تو خاموش ہی بیٹھے رہئے۔'' انچارج نے خشک لہجے میں کہا۔ ''اگر کرنل فریدی صاحب نے آپ کو بھی روکے رکھنے کے لئے نہ کہا ہوتا تو آپ کہیں اور ہوتے۔''

''کہاں ہوتا...... پھانسی کے تختے پر۔'' قاسم نے لڑکیوں کی طرف کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں ہر وقت سینے پر گولی کھانے کے لئے تیار رہتا ہوں۔''

جنس مقابل کی موجودگی میں اچھے اچھے شیخیاں بگھارنے کے سلسلے میں اکثر انتہائی پھوہڑ پنے کی باتیں کرنے لگتے ہیں، قاسم تو بیچارا تھا ہی ڈیوٹ۔

قاسم کی اس حماقت پر دو چار کو ہنسی آ گئی اور کچھ اُسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگے، جن میں انچارج بھی شامل تھا۔ لیکن اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا، کیونکہ اس نے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

پھر سب ہی کھڑے ہو گئے۔ فریدی نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ حمید قاسم کو گھور رہا تھا۔ لیکن قاسم کا یہ عالم تھا کہ مسکرانے کے لئے اس کے ہونٹ ناکافی تھے۔ اس کی خواہش تھی کہ سارے جسم پر ہونٹ ہی ہونٹ بن جائیں، اور ان

سبھوں پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ ہو۔ اس مسکراہٹ میں ایک خاموش چیلنج بھی تھا۔ ''اب دیکھ ایک چھوڑ دو لڑکیاں۔''

دھونس جمانے والی

حمید کو بھی دراصل اسی بات پر حیرت تھی۔ ایک چھوڑ دو لڑکیاں اور وہ بھی ایسی، جو قاسم کے معیار پر سو فیصد پوری اترنے والی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ قاسم کو کب سے اس کا سلیقہ ہوا۔ ان معاملات میں وہ اسے بالکل گاؤدی تصور کرتا تھا۔

فریدی اُس سب انسپکٹر سے واقعات سن رہا تھا، جس نے انہیں موقعہ واردات پر پکڑا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی اس نے پھر اُن لڑکیوں کی طرف دیکھا لیکن پھر فوراً ہی قاسم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''میرے ساتھ آؤ......'' وہ اٹھتا ہوا بولا۔ قاسم بوکھلا کر ایک کرسی کے پائے سے الجھ کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس بار اُن خوفزدہ لڑکیوں کے ہونٹوں پر بھی خفیف سی مسکراہٹ دکھائی دی۔

قاسم خود ہی اٹھا کسی نے اُس کی مدد نہیں کی۔ فریدی ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جو خالی تھا، قاسم گرتا پڑتا وہاں پہنچا۔ اس کے بعد ہی حمید بھی پہنچ گیا۔

''یہ لڑکیاں تمہارے ساتھ تھیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''سس......ساتھ......نہیں تو......الگ تھیں......االقسم بالکل الگ۔''

''میں پوچھ رہا ہوں اس واقعے سے پہلے تم تینوں کہاں تھے۔''

''مم......میں......ایک بک اسٹال پر تھا اور وہ نہ جانے کہاں تھیں۔ میں نہیں جانتا۔''

''مجھ سے بھی جھوٹ بولو گے، حالانکہ میں تمہارے حق میں تمہارے باپ سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہوں۔''

''میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔''

''پھر تم نے ایک بک اسٹال والے سے جھگڑا کیوں کیا تھا۔''

''اس نے بدتمیزی کی تھی۔''

''تم ان لڑکیوں کو نہیں جانتے۔''

''جی نہیں۔''

''پھر ان میں کیوں جا کودے تھے۔''

قاسم نے دانتوں میں انگلی دبائی اور شرمیلے انداز میں سر جھکا کر مسکرانے لگا۔

''بولو......!'' فریدی جھنجھلا گیا۔ ''میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔''

''میں......میں......حمید بھائی کو بتادوں گا۔'' قاسم نے شرمیلے انداز میں کہا۔

''ہاں......حمید بھائی تمہاری سہیلی ہیں نا۔'' حمید بولا۔

''کیا......!'' قاسم آنکھیں پھاڑ کر حمید کی طرف پلٹا۔ ''کیا کہا تم نے سہیلی......گویا میں لونڈیا ہوں۔ میرے ٹھینگے پہ گیا سالا تھانہ وانہ.....مت سفارش کرنا۔ پھانسی تھوڑا ہی ہو جائیگی۔''

''قاسم......!'' فریدی کی آواز کمرے میں گونجی۔

''جی ہاں......آپ اسے منع نہیں کرتے۔''

''میں کیا پوچھ رہا ہوں تم سے۔''

''پوچھیے۔'' قاسم کا موڈ بگڑ گیا۔ ''مجھے کسی کا ڈر نہیں پڑا ہے۔ میں نے ایک ناول میں پڑھا تھا کہ محوبت کرنا جرم نہیں ہے......جی ہاں!''

''قاسم......!'' دفعتاً فریدی نرم پڑ گیا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے سب کچھ بتا دو۔ تم مرد بچے ہو۔ جیل کی سختیاں برداشت کرلو گے۔ مگر وہ بیچاریاں......تمہیں ان پر ضرور رحم آنا چاہئے۔''

''پھر بتایئے میں کیا کروں۔'' قاسم نے گلوگیر آواز میں کہا۔ ''کہاں وہ گرج رہا تھا اور کہاں اب اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ ذہنی رو بہکنے اور اُس کے جسمانی ردعمل میں دیر ہی نہیں لگتی تھی۔

''مجھے سب کچھ بتا دو۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''وہ تمہیں کب اور کہاں ملی تھیں۔ تم انہیں کب سے جانتے ہو۔ اس واقعے سے پہلے تم تینوں کہاں تھے۔''

''وہ مجھے آج سے پندرہ دن پہلے ملی تھیں۔ میں انہیں پندرہ دن سے جانتا ہوں۔ ان واقعات سے پہلے میں بکسنال پر تھا اور وہ دونوں نہ جانے کہاں تھیں۔ الاقسم میں نہیں جانتا۔''

''اس سے پہلے تم تینوں کہاں ملتے رہے ہو۔''

''راجرس اسٹریٹ کے موڑ پر......پھر میں انہیں کالج پہنچا کر واپس ہو جایا کرتا تھا......وہ گانا ہے نا......محوبت اثر کرتی ہے، دھیرے دھیرے۔''

دفعتاً حمید نے فریدی سے کہا۔ ''آپ جائیے......یہ معاملہ آپ کے بس کا نہیں ہے۔''

فریدی چند لمحے قاسم کو گھورتا رہا پھر کمرے سے چلا گیا۔

حمید نے قاسم کے بازو سہلانے شروع کر دیئے اور قاسم اس طرح منہ پھیلائے کھڑا رہا جیسے کوئی بدسلیقہ اور پھوہڑ بیوی اپنے فدوی قسم کے شوہر سے نخرے کرتی ہے۔

''یار تم بڑے خوش قسمت ہو۔'' حمید نے کہا۔ ''تمہیں ویسی ہی لڑکیاں مل گئیں جیسی تم چاہتے تھے۔ مگر تم دو کیا کرو گے، ایک میری رہی کیوں؟''

''نہیں......یہ نہیں ہو سکتا۔'' قاسم غرایا۔

''ان میں سے ایک کچھ دبلی ہے اور بیمار بھی معلوم ہوتی ہے۔''

''بکواس ہے، میں یقین نہیں کر سکتا۔ ہو گی بیمار......تمہاری بلا سے۔ ایک بھی نہیں مل سکتی۔''

''پھر بھی دو کیا کرو گے۔''

''اپنی قبر میں لے جاؤں گا۔ تم سے مطلب......!''

''اچھی بات ہے۔'' حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''میں تمہاری بیوی اور باپ کو فون کر کے یہیں بلوائے لیتا ہوں۔''

حمید دروازے کیطرف مڑا لیکن دوسرے ہی لمحے میں قاسم نے جھپٹ کر اسکی کمر پکڑ لی۔

''نہیں......میں انہیں بلاؤں گا۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں گھپلا کرتے ہو یار......حمید بھائی۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اچھا دبلی والی تم لے لو......الاقسم لے لو۔''

''مگر اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے میں یہ بھی معلوم کرنا چاہوں گا کہ ان دونوں نے تمہیں

کیوں پیٹنا شروع کر دیا تھا۔''

''حمید بھائی یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔'' قاسم تشویش کن لہجے میں بولا۔ ''پہلے انہوں نے ہلڑ مچایا۔ اسی لئے ہلڑ مچایا کہ لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ پھر جب میں اُن کا شکریہ ادا کرنے کے لئے قریب گیا تو وہ مجھ پر الٹ پڑیں۔''

حمید کچھ سوچنے لگا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا اس سے پہلے بھی کبھی تم نے ان سے گفتگو کی تھی۔''

''میں چپکے چپکے محوبت کر رہا تھا..... محوبت ایسے ہی ہوتی ہے، حمید بھائی۔''

''میں کچھ نہیں سمجھا...... مجھے پورا واقعہ بتاؤ کہ تم نے اُن سے کس طرح محبت شروع کی تھی۔'' قاسم نے بڑی روانی کے ساتھ پندرہ روز کی رپورٹ دی۔

اور حمید بے ساختہ لاحول پڑھ کر اُسے بُرا بھلا کہنے لگا۔

''پھر کیا کرتا۔'' قاسم جھنجھلا کر بولا۔ ''کیا اُن کے گھر میں گھس جاتا۔''

''اُن کے گھر دیکھ لئے ہیں تم نے۔''

''نہیں...... کیا ضرورت تھی...... وہ کیا شعر ہے...... ترے نام پر مٹا ہوں، مجھے کیا غرض ہے جہاں سے۔''

''نشاں سے......!'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''نہیں جہاں سے...... کیا تم مجھے جاہل سمجھتے ہو۔'' قاسم جھلا کر بولا۔

''ختم کرو...... میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

''یعنی تم مجھے جیل جانے دو گے۔''

''نہیں میں تمہیں پھانسی دلوا کر تمہاری بیوی سے عقد کر لوں گا۔''

''کیا...... ذرا زبان سنبھال کر۔'' قاسم چنگھاڑا۔ ''گدی سے زبان کھینچ لوں گا۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی کمرے میں داخل ہوا۔ ''تم دونوں باہر جاؤ اور ان میں سے ایک لڑکی کو یہاں بھیج دو۔''

''یہ کچھ بھی نہیں جانتا۔'' حمید نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''صرف ان دونوں کا تعاقب کیا کرتا تھا۔''

''اونہہ......ختم کرو......جاؤ۔''

حمید اور قاسم کمرے سے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک لڑکی آئی۔

''بیٹھ جاؤ......!'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

لڑکی بیٹھ گئی۔ وہ بہت زیادہ خائف نظر آ رہی تھی۔ اُس نے ایک بار بھی فریدی کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کی۔ سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔

''تمہارا کیا نام ہے۔'' فریدی نے پوچھا لیکن لڑکی جواب دینے کی بجائے رونے لگی۔

اور پھر اُس نے بدقت کہا۔ ''ہمیں......معاف......کر دیجئے۔''

''ہاں......ہوسکتا ہے کہ ہم تمہیں معاف کر دیں لیکن اُسی صورت میں جب ہمیں اس پاگل پن کی وجہ معلوم ہو جائے۔''

لڑکی سسکیاں لیتی رہی اور فریدی اس کے جواب کا منتظر رہا۔

اچانک ایک آدمی کمرے میں درآنہ گھستا چلا آیا۔ ادھیڑ عمر کا ایک صحت مند آدمی تھا۔ اُسے دیکھتے ہی لڑکی کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر پھر سسکیاں لینے لگی۔

''میں اس طرح چلے آنے کی معافی چاہتا ہوں کرنل فریدی۔'' آنے والے نے کہا۔

''کوئی بات نہیں جناب......فرمایئے میرے لائق کوئی خدمت۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔ لیکن اُس کی عقابی آنکھیں بڑے معنی خیز انداز میں اُسکے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

آنے والا یہاں کا سٹی مجسٹریٹ تھا اور فریدی اُسے اچھی طرح جانتا تھا۔

''میری بھانجی ہے۔'' آنے والے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا آپ کو واقعات کا علم ہو چکا ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''ہو چکا ہے......کیا میں توقع کروں کہ آپ میری عزت کا پاس کریں گے۔''

''آپ کی عزت میری عزت ہے جناب۔'' فریدی نے خاکسارانہ لہجے میں کہا۔

''مگر آپ مجھے اس کی اجازت تو دے ہی دیں گے کہ میں اسکی وجہ دریافت کر سکوں۔''

''وجہ تو ڈاکٹر بھی نہیں دریافت کر سکے کرنل۔'' سٹی مجسٹریٹ نے کہا۔ ''ویسے اُن کا خیال

ہے کہ یہ کسی قسم کا دورہ ہے۔''

''لیکن ان دونوں پر بیک وقت ایک ہی قسم کا دورہ...... میں نہیں سمجھ سکتا۔''

''میں خود بھی الجھن میں ہوں۔'' سٹی مجسٹریٹ بولا۔ ''میں نے بھی یہی سنا تھا کہ یہ دونوں ہی۔''

''جی ہاں......!'' فریدی سر ہلا کر بولا۔ ''اچھا...... وہ دوسری لڑکی کون ہے۔''

''اسی کی کلاس فیلو...... وہ بھی پڑوسی ہی ہے...... میں درخواست کروں گا کہ اس معاملے کو آگے نہ بڑھایئے۔''

''میں نے اب تک اس معاملے کو آگے نہیں بڑھایا۔ لیکن آپ خود سوچئے اس قسم کے کئی واقعات جب اکٹھا ہو جائیں تو مجھ جیسے آدمی کو ضرور تشویش ہو گی۔''

''میں سمجھتا ہوں کرنل...... مجھے علم ہے کہ شہر میں ایسے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔''

''اچھا...... مجھے صرف یہی بتا دیں کہ انہوں نے کلاک ٹاور پر اپنا غصہ کیوں اتارا تھا۔''

''سائرہ......!'' دفعتاً سٹی مجسٹریٹ نے لڑکی کو مخاطب کیا لیکن اس کے ہاتھ بدستور چہرے ہی پر جمے رہے۔

''سائرہ...... تم سے جو کچھ پوچھا جا رہا ہے...... بتاؤ۔'' سٹی مجسٹریٹ نے سخت لہجے میں کہا۔

''مجھے نہیں معلوم...... میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے یاد نہیں۔'' وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

''تو تم میری بے عزتی کراؤ گی...... کیوں!''

لڑکی نے اور زیادہ تیزی سے رونا شروع کر دیا۔

''بہتر ہے آپ انہیں اس وقت گھر ہی لے جایئے۔'' فریدی بولا۔

''مگر اس دوسری لڑکی سے بھی تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''دونوں ساتھ ہی جائینگی۔'' سٹی مجسٹریٹ نے کہا۔ ''آپکو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیجئے۔''

''آپ کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ انہیں بھی لے جایئے۔ پھر اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔

سٹی مجسٹریٹ لڑکی کو کرسی سے اٹھا کر باہر لے جانے لگا۔ گھنٹی کی آواز پر ایک کانسٹیبل اندر آیا۔ فریدی نے اس سے دوسری لڑکی کو لانے کو کہا۔

دوسری لڑکی اندر آئی، لیکن اب اُس کے چہرے پر خوف و خجالت کی بجائے غصے کے آثار تھے۔ فریدی سمجھ گیا کہ سٹی مجسٹریٹ کا سہارا مل جانے کی وجہ سے اب کوئی نئی کروٹ لینے والی ہے۔ ویسے بھی صورت سے وہ کافی ذہین اور فتنہ پرداز معلوم ہوتی تھی۔

''بیٹھ جائیے۔'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''آپ اُس لفنگے کو بچانا چاہتے ہیں، میں سمجھتی ہوں، مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کی جان پہچان واا ہے۔''

''دوسری بات آپ نے غلط نہیں کہی......لیکن پہلی بات میں سننے کے لئے تیار نہیں۔''

''وہ بہت دنوں سے ہمارا تعاقب کیا کرتا تھا۔ آج ہم نے پیٹ دیا اور یہ بالکل بکواس ہے کہ ہم نے کلاک ٹاور پر پتھر چلائے تھے۔ آپ اُسے بچانے کیلئے ہمارے خلاف کیس بنارہے ہیں۔''

''بہت خوب۔'' فریدی اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''لیکن کچھ دیر قبل آپ لوگ معافی کس بات کی مانگ رہی تھیں۔ روئی کیوں تھیں؟''

''یہ بھی سراسر جھوٹ ہے......بکواس ہے۔''

''میں ہار گیا بھئی۔'' فریدی ہنسنے لگا۔ ''تم جاسکتی ہو۔''

''یوں نہیں......اس موٹے کے خلاف ہماری رپورٹ درج کی جائے۔''

''اچھا......!'' فریدی جیب سے فاؤنٹین پن نکالتا ہوا بولا۔ ''بولو......کیا لکھوں۔'' اس نے اپنی نوٹ بک کھول لی تھی۔

''میں تھانے کے روزنامچے پر رپورٹ چاہتی ہوں مسٹر۔''

''اچھا......اچھا......لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم دونوں ننگے پیر کیوں ہو......وہ تمہارے سینڈل بھی ہضم کر گیا۔''

لڑکی شپٹا گئی۔ لیکن پھر فوراً ہی بولی۔ ''ہم نے سینڈلوں سے اس کی مرمت کی تھی۔''

''ہاں! ہوسکتا ہے لیکن کسی کو پیٹنے کے لئے صرف ایک ہی جوتا اتارا جاتا ہے، دونوں نہیں۔ کیونکہ ایک ہاتھ اپنے بچاؤ کے لئے بھی خالی رکھا جاتا ہے۔ کیوں......؟''

اس نے فوراً ہی جواب دینے کی کوشش نہیں کی اور فریدی اُسے بولنے کا موقع دیئے بغیر

بولا۔ ''دفع ہوجاؤ...... لیکن یہ نہ سمجھنا کہ قانون کی آنکھیں بند ہیں۔ تم شوق سے اس کے خلاف رپورٹ درج کرادو، لیکن خود مجسٹریٹ صاحب کا کہنا ہے کہ تم دونوں کسی ذہنی مرض میں مبتلا ہو۔''

''یہ غلط ہے......!''

''قطعی غلط ہے...... حقیقت کیا ہے، اسے دریافت کرنا میرا کام ہے...... جاؤ۔''

وہ فریدی کی نظروں کی تاب نہ لاکر وہاں سے اٹھ گئی اور فریدی بھی اُس کے ساتھ ہی اٹھا۔ وہ اس کمرے میں آئے جہاں سائرہ اور سٹی مجسٹریٹ، قاسم اور حمید سمیت موجود تھے۔

سائرہ کی ساتھی نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے مگر خاموش ہی رہ گئی۔

''آپ اگر کچھ دیر ٹھہریں تو میں مشکور ہوں گا۔'' فریدی نے مجسٹریٹ سے کہا۔

''ضرور...... ضرور......!''

''انہیں آپ گھر جانے دیں۔'' وہ لڑکیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

''نہیں...... میں انہیں ساتھ ہی لے جاؤں گا۔''

''اچھا تو پھر...... ہمیں کہیں...... معاف کیجئے گا...... میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں، اگر آپ پھر اسی کمرے تک چل سکیں تو......!''

''اوہ...... ہاں...... ہاں......!'' مجسٹریٹ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں پھر اسی کمرے میں آئے جہاں کچھ دیر قبل دونوں میں گفتگو ہو چکی تھی۔ مجسٹریٹ کے چہرے پر اُلجھن اور شرمندگی کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جلد سے جلد وہاں سے بھاگ جانا چاہتا ہو۔

فریدی چند لمحے اُسی کے بولنے کا منتظر رہا لیکن مجسٹریٹ کی آنکھیں اوپر نہیں اٹھ رہی تھیں۔ آخر فریدی نے پوچھا۔ ''کیا گھر پر بھی کبھی اس قسم کا دورہ پڑنے کا اتفاق ہو چکا ہے۔''

''جی ہاں...... صرف ایک بار۔ شاید پچھلے ہی ہفتہ کی بات ہے۔''

''کیا آپ مجھے اُس کے متعلق کچھ بتانا پسند کریں گے۔''

''ہاں کیوں نہیں۔'' مجسٹریٹ نے مضمحل آواز میں کہا۔ ''اُس نے اپنے ایک بزرگ پر

جسکا وہ بہت زیادہ احترام کرتی ہے کتابیں کھینچ ماری تھیں۔ پھر چھری لے کر دوڑی تھی۔ اُن سے صرف اتنی غلطی سرزد ہوئی تھی کہ وہ اُسکی اجازت حاصل کئے بغیر اسکے کمرے میں چلے گئے تھے۔''

''اوہو......او......!'' فریدی نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔

''وہ چھری لے کر دوڑی۔ لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے وہ یک بیک ہوش میں آ گئی ہو۔''

''یعنی اُس نے چھری پھینک دی ہوگی۔'' فریدی بولا۔

''جی ہاں...... چند لمحے کھڑی حیران حیران چاروں طرف دیکھتی رہی پھر اُن کے قدموں پر گر کر رونا شروع کر دیا۔''

''ہوں......!'' فریدی صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

''اچھا......اُس دوسری لڑکی کے متعلق بھی کچھ معلوم ہو سکے گا۔''

''نہیں .....اسکے متعلق میں کچھ نہیں جانتا۔'' مجسٹریٹ نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

فریدی سمجھ گیا کہ وہ اس کے استفسارات کو لغو اور غیر ضروری سمجھ رہا ہے لہٰذا اُس نے کہا۔ ''میں اُسے کسی قسم کا مرض سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ شہر میں اب تک اس قسم کی تیس یا چالیس وارداتیں ہو چکی ہیں۔ پچھلے ہفتے ایک لڑکی نے ایک دوکاندار کو چاقو مار دیا تھا آپ خود سوچئے۔ کیا پہلے بھی کبھی اس قسم کی وارداتیں ہوئی ہیں اور دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ مرض ابھی تک نچلے طبقے کی عورتوں یا لڑکیوں میں نہیں پایا گیا۔ میں اس سلسلے میں شہر کے بہترین ڈاکٹروں سے بھی گفتگو کر چکا ہوں۔ وہ اس قسم کے مرض کے وجود سے انکار کرتے ہیں جس کا حملہ چشم زدن میں ہو کر سائے کی طرح گزر جاتا ہو۔ اب تک کی رپورٹ یہ ہے کہ ایسی کیفیت کسی بھی لڑکی پر دو منٹ سے زیادہ طاری نہیں رہی۔ بعض حالات میں یہ وقفہ آدھے منٹ سے بھی کم کا پایا گیا ہے۔ کئی لڑکیوں کا طبی معائنہ بھی کیا گیا لیکن کسی ذہنی مرض کی علامات اُن میں نہیں پائی گئیں۔''

مجسٹریٹ خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی اس نے کہا۔

''پھر آخر یہ سب کیا ہے۔ اب تک کئی ڈاکٹر سائرہ کو دیکھ چکے ہیں۔ ان کا بھی یہی خیال

ہے کہ وہ کسی ذہنی مرض میں مبتلا نہیں ہے۔''

''پھر آپ بتایئے! یہ چیز میرے لئے الجھن کا باعث ہوسکتی ہے یا نہیں۔'' فریدی نے کہا۔''میں اس سے پہلے بھی ایک بار ایک مرض ہی کے سلسلے میں الجھنوں کا شکار ہو چکا ہوں۔ شاید آپ کو یاد ہو...... وہ ناخن اکھاڑ دینا۔ مرنے والوں کے ناخن گوشت چھوڑ کر اوپر اٹھ جاتے تھے۔ آپ کو اس سلسلے میں یہ بھی یاد ہوگا کہ......!''

''جی ہاں مجھے یاد ہے۔ وہ ڈاکٹر ڈاخ والا کیس......اچھی طرح یاد ہے۔''

''پھر آپ بتایئے...... میں اپنی تشویش کے معاملے میں حق بجانب ہوں یا نہیں۔ خیر اچھا دوسری لڑکی کا کیا نام ہے۔ کیا آپ مجھے اس کا پتہ بتا سکیں گے۔''

''اس کا نام روحی ہے اور وہ راجرس اسٹریٹ کی اٹھارویں کوٹھی میں رہتی ہے۔''

''شکریہ۔'' فریدی نوٹ بک میں اس کا نام اور پتہ لکھتا ہوا بولا۔''ظاہر ہے کہ وہ کسی اچھے ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہوگی۔''

''جی ہاں......خان بہادر سجاد کی لڑکی ہے۔''

فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اٹھتا ہوا بولا۔''تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ اس واقعے کی پبلسٹی نہ ہونے پائے گی۔''

''شکریہ......!''

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں لڑکیوں سمیت چلا گیا۔ قاسم بہت اداس نظر آ رہا تھا۔ فریدی اس سے کچھ نہیں بولا البتہ اس نے حمید کو الگ بلا کر کہا۔''دوسری لڑکی کا نام روحی ہے۔ وہ اٹھارہ راجرس اسٹریٹ میں رہتی ہے۔''

''اور پہلی......!''

''وہ ہمارے کام نہ آ سکے گی' کیونکہ کچھ بیوقوف سی ہے۔ تم جانتے ہو کہ بیوقوف آدمیوں سے کچھ معلوم کرنا آسان نہیں ہے۔ روحی ذہین بھی ہے اور چالاک بھی۔ اس لئے وہ مار کھا جائے گی۔ کیا سمجھے۔''

اس داستان سے [illegible] ملاحظہ فرمایئے۔

اَیاز اور چینی

حمید کو آج کل لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی ورنہ وہ اس موقع پر خوشی سے ناچنے لگتا کیونکہ آج خود فریدی ہی اُسے ایک لڑکی کے پیچھے لگا رہا تھا۔

پھر فریدی اُسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ قاسم کے خلاف کسی نے کوئی باقاعدہ رپورٹ نہیں لکھوائی تھی۔ اس لئے اُسے بھی گلوخلاصی حاصل ہوگئی۔ ویسے اُسے اطمینان تھا کہ حمید کی موجودگی میں کوئی اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

تھانے سے نکلتے ہی اس نے چہکنا شروع کر دیا۔ حمید نے اس کی کار سنبھال لی تھی۔

''بیٹے قاسم اُن میں سے ایک سٹی مجسٹریٹ کی بھانجی ہے۔'' حمید نے کہا۔

''وہ تمہاری والی نا! جو کچھ دُبلی سی ہے۔''

''میری والی......!'' حمید نے حیرت سے کہا پھر آہستہ سے بولا۔ ''مجھے آج کل لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔''

''تمہاری مرضی......!'' قاسم نے بڑے خلوص سے کہا۔ ''میں نے تو اجازت دے دی تھی۔''

''ہائیں! ابے قاسم کیا دماغ خراب ہوا ہے۔ تم اور مجھے اجازت دو گے۔ کیا تم ٹھیکیدار ہو ان لڑکیوں کے۔''

''تم کھپلا نہیں کر سکتے حمید بھائی۔'' قاسم نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ ''سب سے پہلے میں نے ان لڑکیوں کا پتہ لگایا تھا۔''

''ابے او......کولمبس کے پٹھے۔ وہ لڑکیاں ہیں امریکہ نہیں۔ آپ نے پتہ لگایا تھا۔''

''کچھ بھی ہو جائے تم کھپلا نہیں کر سکتے۔ تم خود کولمبس کے پٹھے۔ زبان سنبھال کر ہاں۔''

''تمہیں ان لڑکیوں کے نام معلوم ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں......!''

''میں جانتا ہوں۔'' حمید نے چڑھانے کے سے انداز میں کہا۔ ''لہٰذا تم اُن سے دستبردار ہو جاؤ۔''

''اللّٰہ قسم......اچھا نہیں ہوگا۔''

''تم شاید جیل ہی جانا چاہتے ہو۔''

''میں جہنم میں جانا چاہتا ہوں۔ تمہاری بلا سے۔''

''تم نے اُن کے ہاتھوں سے سینڈل کھائے تھے۔ تمہیں ڈوب کر مرنا چاہئے۔''

قاسم چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

''زور سے ایک بھی نہیں پڑی تھی......اللّٰہ قسم......!''

''اچھا تو پھر ایک کام کرو......!''

''کیا......!''

''اب زور سے ایک مجھ سے کھالو۔ میں اُن لڑکیوں سے دستبردار ہو جاؤں گا۔''

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' قاسم نے منہ پھلا لیا۔

''دبلی والی کا نام سائرہ ہے۔'' حمید نے کہا۔

''نہیں شاعرہ ہوگا۔'' قاسم نے قابلیت کا اظہار کیا۔

''کیوں......؟''

''تلفظ یہی ہے۔'' قاسم نے عالمانہ شان سے کہا۔'' جاہل اور بے پڑھے لوگ سائرہ کہتے ہیں۔''

حمید ہنسنے لگا پھر بولا۔'' تلفظ کے بچے......تگڑی والی کا نام روحی ہے۔ شاید میں اُسے کل ہی شام کو سیر کے لئے باہر لے جاؤں۔''

''جہاں دیکھ لیا......دونوں کو قتل کر دوں گا۔'' قاسم غرایا۔

اچانک ایک جگہ حمید نے کار روک دی اور قاسم کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

''جاؤ......انہیں راجرس اسٹریٹ میں تلاش کرو......میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔''

''میں پہلے ہی جانتا تھا۔'' قاسم ہنسنے لگا۔ لیکن اس کی نظر غیر ارادی طور پر ادھر ہی اٹھ گئی جدھر حمید دیکھ رہا تھا۔

اُسے جوتوں کی دوکان میں وہی آدمی نظر آیا، جو لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ پھر قاسم نے اُن دونوں لڑکیوں کو بھی ڈھونڈھ ہی نکالا۔ وہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک کار میں بیٹھی

ہوئی تھیں۔

قاسم دوسرے ہی لمحے میں حمید کا شانہ دبوچ کر بولا۔ ''کیوں......؟''

''ہاں......اب تم جاؤ ورنہ تمہارے ابا خفا ہوں گے۔'' حمید ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

''حمید بھائی......میں بالکل مروت نہیں کروں گا۔''

''تم جاتے ہو یا میں کسی ڈیوٹی کانسٹیبل کو بلا کر تمہیں پھر تھانے بھجوا دوں۔''

''اماں جاؤ......مر گئے بھجوانے والے...... ہاں......گویا میں بالکل گدھا ہوں۔ دیکھوں تو کیسے بھجواتے ہو۔ میں تو اس وقت اُن بیچاریوں کو بچانا چاہتا تھا۔''

''تم بچا چکے نا......!''

''ہاں...... ہاں......اب اُن کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔''

''اچھا تو بس اب جاؤ۔''

''نہیں جاتا......تمہارے باپ کی سڑک ہے۔'' قاسم بچوں کی طرح الجھ پڑا۔

''قاسم کیوں شامت آئی ہے۔''

''کیا کرلو گے تم میرا......کوئی میں تمہاری سفارش پر چھوٹا ہوں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ پھر لڑکیوں کی کار کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ مجسٹریٹ شاید چپلوں کے دو جوڑے لے کر واپس آیا تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لڑکیاں پچھلی سیٹ پر تھیں۔ حمید نے روحی کو کار سے اترتے دیکھا۔ پھر وہ فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔ مجسٹریٹ کی کار آگے جا چکی تھی۔ حمید نے ڑی تیزی سے سڑک پار کی اور قاسم کار ہی میں بیٹھا منہ پھاڑے ہوئے اُسے گھورتا رہا۔

''ذرا ٹھہریئے......!'' حمید روحی کے قریب پہنچ کر بولا۔ وہ رک کر اُس کی طرف مڑی۔

''اوہ...... ہاں......کیا بات ہے۔''

''اب مجھے یقین آ گیا ہے۔'' حمید نے آہستہ سے کہا اور روحی اُسے گھورتی رہی اور حمید ھر بولا۔ ''وہ درحقیقت لفنگا ہے۔ اُس نے یقیناً آپ سے بدتمیزی کی ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ پ پھر اُس کی تھوڑی سی مرمت کر دیں۔''

''کیوں......!'' روحی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

''بس یونہی......ورنہ آپ کو بدنام کرتا پھرے گا۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''ابھی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ......آپ......!''

''ہاں...... ہاں...... کہیے۔''

''مجھے شرم آتی ہے۔'' حمید نے بڑی معصومیت سے کہا۔

''کہیے بھی تو......پھر میں دیکھوں گی کہ آپ کی شرم ضروری تھی یا غیر ضروری۔''

''وہ کہہ رہا تھا کہ آپ اس پر عاشق ہوگئی ہیں اور دیکھئے نا اَب بھی اُس نے آپ کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ اُدھر دیکھئے......کار میں بیٹھا ہوا ہے۔''

''اوہ......اچھا......!'' روحی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ''ٹھہریئے! میں اسے اپنی محبت کا یقین دلائے دیتی ہوں۔ چپلیں نئی ہیں اور کافی مضبوط بھی۔''

وہ فٹ پاتھ سے اتر کر قاسم کی طرف بڑھنے لگی۔ قاسم نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا۔ تیور کچھ اچھے نظر نہیں آئے اور اس نے حمید کو اس سے باتیں کرتے بھی دیکھا تھا۔ اس لئے اس کی اوندھی کھوپڑی میں بھی یہ بات آ گئی کہ معاملہ کچھ گڑبڑ سا ہے۔

دوسرے ہی لمحے میں اس نے کار اسٹارٹ کی اور مڑ کر دیکھے بغیر اڑتا چلا گیا۔ روحی کو آدھے ہی راستے سے واپس ہونا پڑا۔ حمید اب بھی وہیں کھڑا تھا۔

وہ اس کے قریب پہنچ کر بولی۔ ''مائی ڈیئر مسٹر سراغ رساں۔ اب گھر واپس جاؤ۔ شام ہو رہی ہے ورنہ اماں ماریں گی سمجھے! جاؤ میرے ننھے بچے۔''

حمید سناٹے میں آ گیا۔ وہ اُسے اتنی فارورڈ نہیں سمجھتا تھا۔

''نائیں......! اماں بی نے کہا تھا اکیلے گھر مت آنا۔'' حمید نے بچوں کے سے لہجے میں کہا۔ ''تم پانچ بھائی بھی نہیں جو مجھے کہنا پڑے کہ پانچوں آپس میں بانٹ لو۔''

''میں تمہارے لئے مہا بھارت ہی ثابت ہوں گی۔ اسے یاد رکھنا......اب جاؤ......میں پہلے بھی کیپٹن حمید کی بہتیری تعریفیں سن چکی ہوں۔ لیکن میں دوسری لڑکیوں سے بہت مختلف ہوں۔ اگر تم مجھے زیادہ پسند آئے تو میں تمہیں متبنٰی بھی کر سکتی ہوں۔ میں عورت نہیں مرد ہوں سمجھے۔''

''اسی لئے تھانہ میں رو پڑی تھیں۔''

''کیا تم اپنی بے بسی پر کبھی نہیں روئے۔''

''ہاں رویا ہوں.....مگر انہیں مواقع پر جب بہت دنوں سے کوئی لڑکی نہیں ملی۔''

''تم کیا چاہتے ہو۔''

''کچھ بھی نہیں.....تم جیسی واہیات لڑکیوں سے بھلا میں کیا چاہوں گا۔''

''میں واہیات ہوں.....!'' وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

''واہیات سے بھی بدتر.....!''

''تو پھر تم بھی کچھ دیکھنا چاہتے ہو۔''

''ہاں! مگر وہ تمہاری صورت کے علاوہ ہو تو بہتر ہے۔''

''اچھا اگر بڑے بہادر ہو تو آؤ میرے ساتھ۔'' روحی نے اُسے چیلنج کیا اور حمید سوچ میں پڑ گیا کہ اُسے عورتوں کے کس ریوڑ میں جگہ دی جاسکتی ہے۔ ابھی تو وہ اپنی نوعیت کی ایک ہی ثابت ہوئی تھی۔

''چلو.....میں تیار ہوں۔'' حمید بولا۔

''تم مجھے نہیں جانتے۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں کلاک ٹاور کی گھڑی توڑنا چاہتی تھی۔ تم سوال کرو گے کیوں؟ وہ بھی سن لو۔ میں چاہتی تھی کہ دس بجے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاؤں جہاں جانا تھا لیکن کلاک ٹاور نے دس بجا دیئے اور مجھے گھڑی پر غصہ آ گیا۔ میں کچھ اسی قسم کی کریک ہوں سمجھے۔''

''آہا.....خوب ..... مانتا ہوں۔'' حمید نے سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔ ''اس پر مجھے اپنے غصے کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ مگر چلو کہیں اطمینان سے بیٹھ کر۔''

''یہ بھی ممکن ہے.....میں تم سے خائف نہیں ہوں۔''

''روحی صاحبہ......!'' حمید نے آگے بڑھتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔ ''اگر لڑکیاں مجھ سے خائف ہوتیں تو آپ تک میری شہرت کا افسانہ کیسے پہنچتا۔''

حمید ایک قریبی ریستوران میں داخل ہو گیا۔ مگر وہ محسوس کر رہا تھا کہ کوئی اس کا تعاقب

کر رہا ہے۔ روحی اس کے پیچھے تھی۔ وہ ایک خالی کیبن میں جا بیٹھے اور حمید کہنے لگا۔

''کسی گھڑی پر دو چار منٹ تک غصہ اتار دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک بار ساری رات ایک گدھے پر غصہ اتارا تھا۔ گدھے سے مراد آدمی نہیں ہے، جیسے کسی مخصوص قسم کے آدمی کو لوگ گدھا کہہ دیتے ہیں۔ بلکہ سچ مچ کا گدھا...... ہاں تو اتفاقاً ایک بار مجھے ایک ایسے مکان میں قیام کرنا پڑا جس سے ملا ہوا کسی دھوبی کا گھر تھا۔ رات میں اُس کے گدھے نے ہینکنا شروع کیا۔ میری نیند اچٹی اور مجھے غصہ آ گیا۔ بھلا گدھے سے آدمیوں کی سی باتیں کیا کرتا۔ اُسی کی زبان میں اُسے سلواتیں سنانی شروع کر دیں۔ دو چار بار اُسے چیلنج بھی کیا کہ نکل آئے میدان میں...... نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے پڑوسی نے میرے میزبان کے دروازے پر دستک دے کر کہا۔ ''اگر تم مجھے ضد دلاؤ گے تو میں بھی ایک پال لوں گا۔''

روحی ہنسنے لگی اور حمید نے اپنی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ ''بہر حال میں غصے میں رات بھر ہینکتا رہا تھا۔ کسی گھڑی پر غصہ اتار دینا میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا.... کیا سمجھیں۔''

''میں کچھ نہیں سمجھی......تم میرے پیچھے کیوں لگے ہو۔''

''مقدرات......جنہیں کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''میں نے سوچا تھا کہ اس سال شادی کر ڈالوں گا مگر اب دس سال تک کوئی امید نہیں۔''

''کیوں......؟''

''ہلو.....روحی.....!'' اچانک کسی نے کیبن کے باہر سے روحی کو مخاطب کیا.....حمید اوٹ میں تھا۔

''آؤ......آؤ...... چلے آؤ......!'' روحی کھل اٹھی۔

حمید نے میز پر جھکتے ہوئے باہر دیکھا۔ اُسے وہی نوجوان نظر آیا جو کافی دیر سے اُن دونوں کے پیچھے لگا رہا تھا۔ یہ کافی قبول صورت اور پر کشش تھا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ لڑکیاں اسے ضرور پسند کرتی ہوں گی۔

وہ کیبن میں آ گیا.....لیکن حمید کو دیکھ کر اس طرح ٹھٹکا جیسے اب تک وہ روحی کو وہاں تنہا تصور کرتا رہا ہو۔

''کیا میں مخل ہوا ہوں۔'' اُس نے خفیف ہونے کی شاندار ایکٹنگ کی۔

''نہیں جناب...... قطعی نہیں! تشریف رکھئے۔'' حمید نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

''آپ سے ملئے......!'' روحی بولی۔ ''آپ محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر کیپٹن حمید ہیں۔''

''اوہ...... اچھا بڑی......!''

''ظاہر ہے کہ آپ کو خوشی ہوگی۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''کیا رکھا ہے ان رسمی باتوں میں۔ میں تو آپ سے ہرگز آپ کا نام نہیں پوچھوں گا۔''

آنے والا کچھ جھینپا جھینپا سا نظر آنے لگا کیونکہ اُس نے بڑی گرم جوشی کا اظہار کیا تھا لیکن روحی پر اس کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ بدستور شرارت آمیز انداز میں مسکراتی رہی۔

''میرے بہتیرے ایسے احباب ہیں جن کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں۔'' حمید بولا۔ ''میرے لئے یہی بہتر بھی ہوتا ہے کہ مجھے لوگوں کے نام نہ معلوم ہوں، ورنہ میری راتوں کی نیند حرام ہوجاتی ہے۔ میں سوچنے لگتا ہوں کہ اگر اس کا نام تفضّل حسین ہے تو اس کے باپ کا کیا نام ہوگا۔ کیا تحمّل ہوگا کیونکہ تفضّل کا قافیہ تحمّل ہی ہوسکتا ہے یا پھر زیادہ سے زیادہ تجمّل ہوگا۔ خیر چلئے۔ دل کو تھوڑی سی تسکین ملی اور نیند آ گئی۔ دوسرے دن میاں تفضّل حسین سے پوچھا بھئی تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ بڑی سعادتمندی سے بولے محمد حیدر بخش...... سنکر میرا سر چکرا گیا۔ پھر بوکھلا کر دادا کا نام پوچھا جواب ملا محمد علی اور میں اپنا سر پیٹ کر خاموش ہوگیا۔ پھر پردادا کا نام پوچھنے کی ہمت نہیں پڑی کہ ممکن ہے کہ اسے سن کر اس سے زیادہ مایوسی ہو۔''

''مایوسی...... بھلا مایوسی کیوں......!'' روحی ہنسنے لگی۔

''کیوں...... آپ مایوسی کہتی ہیں۔ اس سلسلے میں بعض لمحات ایسے بھی گذرے ہیں کہ میں خودکشی کے امکانات پر غور کرنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔ آپ خود سوچئے اس تجربے کے بعد میری راتیں کیسی گذری ہوں گی۔ مثلاً کسی تہور علی سے ملاقات ہوئی۔ جلدی میں ان کے باپ کا نام پوچھنا بھول گیا اور رات قیامت بن کر آئی۔ اب سوچ رہا ہوں کہ ان کے باپ کا نام تصور علی ہوسکتا ہے کیونکہ قافیہ یہی ہے لیکن پھر خیال آیا کہ جب تفضّل حسین کے باپ کا نام محمد حیدر بخش ہوسکتا ہے تو تہور علی کے باپ کا نام شیخ سلاور کیوں نہ ہوگا۔ بس اختلاج شروع

ہو گیا۔ تصور علی اور شیخ سلاور میں ٹھن گئی۔ خدا محفوظ رکھے، ساری رات جاگ کر گزاردی۔"

"اب آپ خواہ مخواہ میرا وقت برباد کر رہے ہیں۔ آپ باتیں بڑی اچھی کر لیتے ہیں مگر...... مجھے جلدی ہے۔ اچھا پھر کبھی ملاقات ہوگی۔" روحی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ حمید نے اُس سے ہاتھ ملاتے وقت ایک طویل سانس لی اور نشیلی آنکھیں بنا کر نئے آنے والے کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ بھی روحی کے ساتھ ہی اٹھتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "مجھے ایاز کہتے ہیں۔"

حمید نے پہلے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں پھر بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

"اب کیا ہوسکتا ہے۔ اب تو سن ہی لیا۔ خدا کے لئے اب اپنے والد کا نام بھی بتاتے جایئے ورنہ زندگی مجھ پر حرام ہو جائے گی۔"

"باپ کا نام تو ہرگز نہ بتاؤں گا......!"

"چلو......!" روحی اُسے دھکیلتی ہوئی بولی اور وہ دونوں کیبن سے باہر چلے گئے۔

حمید نے اس لڑکی کے متعلق یہی رائے قائم کی تھی کہ وہ صرف موڈی ہے۔ فطرتاً ایسی نہیں ہے کہ ہر ایک سے بے تکلف ہو جائے بلکہ زبردستی ایسا کرتی ہے۔

لیکن یہ سب کچھ تھا کیا؟ وہ کافی عرصے سے فریدی کو ایسی لڑکیوں کے چکر میں دیکھ رہا تھا...... حمید کا خیال تھا کہ لڑکیوں میں وقتی طور پر پیدا ہو جانے والا وحشیانہ پن کسی ذہنی مرض ہی کا نتیجہ ہوسکتا ہے لیکن وہ فریدی سے اس بات پر نہیں الجھا تھا۔ الجھتا بھی کیوں جبکہ اسی بہانے بھانت بھانت کی لڑکیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ ویسے فریدی نے آج پہلے پہل خصوصیت سے اُسے کسی لڑکی پر نظر رکھنے کو کہا تھا۔

فریدی اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے۔ اس کا علم اُسے نہیں تھا اور نہ اُس نے معلوم کرنے کی کوشش ہی کی تھی۔ وہ کافی دیر تک ریستوران میں بیٹھا رہا۔ پھر جیسے ہی کلاک نے چار بجائے وہ اٹھ گیا۔

آج کل وہ مستقل طور پر اکتاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں۔ وجہ خود اُسے بھی نہیں معلوم تھی۔ وہ کچھ بجھا بجھا سا رہتا تھا۔ کبھی کبھی سوچتا کہ اُسے اپنے ذہن پر بوریت کی گرد نہ

بیٹھنے دینا چاہیے۔ کوشش کرتا کہ اضمحلال کو پاس بھی نہ بھٹکنے دے اسلئے زبردستی اپنے ساتھیوں کو چھیڑ چھیڑ کر قہقہے لگاتا۔ خوب چہکتا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اُسے محسوس ہونے لگتا کہ وہ تو بڑی بور قسم کی باتیں ہیں۔ مثلاً ابھی کچھ ہی دیر پہلے اُس نے روحی کی موجودگی میں چہکنے کی کوشش کی تھی اور اب محسوس کرر ہا تھا جیسے اس نے بہت ہی گھٹیا قسم کی باتیں کی ہوں۔ کسی تھرڈ کلاس مسخرے کی طرح دوسروں کو زبردستی ہنسانے کی کوشش کرتا رہا ہو۔

''پھر اس بے نام سی اداسی کو کہاں دفن کروں۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑاتا ہوا اٹھ گیا۔

لڑکیاں بھی اب اُسے کھلنے لگی تھیں۔ ویسے عادتاً وہ انہیں دیکھ کر بے چین ضرور ہوجاتا تھا لیکن جب کسی سے گفتگو شروع ہوجاتی تو تھوڑی ہی دیر بعد اُسے وحشت سی ہونے لگتی۔

وہ ریستوران سے باہر نکل کر بڑی دیر تک ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کہاں جائے۔ پتھر اور سیمنٹ کی دیواریں اُسے کھانے کو دوڑ رہی تھیں۔ وہ کھلی ہوا چاہتا تھا۔

وہ ذرا ہی دیر میں روحی اور اس کے ساتھی کے متعلق سب کچھ بھول گیا حالانکہ اُسے ہر حال میں اُن دونوں پر نظر رکھنی چاہیے تھی۔ ایاز اس نے اپنا نام بتایا تھا۔ پتہ نہیں وہ بھی حقیقت تھی یا جھوٹ۔ آدمی مکار قسم کا معلوم ہوا تھا اور پھر اُس کا رویہ بھی مشتبہ تھا۔ حمید نے اُسے اپنا اور روحی کا تعاقب کرتے دیکھا تھا اور پھر اس طرح اُن سے ملا تھا جیسے اُسے کیبن میں حمید کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔

مگر حمید کی اداسی تجسس کی جبلت پر غالب آ گئی تھی۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اس آدمی کی اصلیت کا پتہ لگائے بغیر نچلا نہ بیٹھتا۔

وہ ایک فٹ پاتھ پر کھڑا ہوکر سوچنے لگا کہ کہاں جائے۔ اچانک اُسے نیاگرہ ہوٹل کا خیال آیا جو شہر سے باہر ایک پُر فضا مقام پر واقع تھا اور آج کل گرمیوں کے موسم میں وہاں کی راتیں بڑی خوشگوار ہوا کرتی تھیں۔

وہاں آج کل کھلے آسمان کے نیچے رقص ہوتا تھا اور رقص گاہ کے گرد پھولدار جھاڑیوں میں رنگ برنگ کے قمقمے جگمگایا کرتے تھے۔ موسیقی کی لہریں دور تک سناٹے میں منتشر ہوکر بڑی

خوشگوار بازگشت پیدا کرتیں۔

اس نے سوچا کہ اگر وہ کوشش کرے تو یہ رات بڑی خوشگوار ثابت ہوسکتی ہے مگر نیا گرہ میں رات گذارنے کے لئے ایوننگ سوٹ ضروری تھا اور ایوننگ سوٹ کے لئے اُسے گھر تک ضرور جانا پڑتا لیکن گھر پہنچنے پر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ نیا گرہ تک جا ہی نہ سکتا۔

اس کا دل چاہا کہ کسی دیوار سے ٹکرا کر ہمیشہ کے لئے قصہ ہی ختم کردے۔ اُسے بیک فریدی پر غصہ آ گیا جو اُسے اپنے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آج میں ضرور پیوں گا۔'' وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بڑبڑایا۔ ''مجھے شرافت اور انسانیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

اس نے بڑی تیزی سے سڑک پار کی اور اب وہ ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن اس کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ ایک دُبلا پتلا چینی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ حمید کبھی بے خبر ہو کر راہ نہیں چلتا تھا لیکن اس وقت اُس کی ذہنی حالت اعتدال پر نہیں تھی۔

اُس نے ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور سے کاسینو بار چلنے کو کہتا ہوا پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔

تعاقب کرنے والا چینی دوسری ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔

بار میں ہنگامہ

قاسم غصے میں پاگل ہو رہا تھا اُسے یقین تھا کہ حمید نے روحی کو اُس کے خلاف ورغلایا تھا اور وہ کسی بُرے ہی ارادے کے تحت اس کی طرف بڑھی تھی۔ اس نے کنگسن کے چوراہے کے قریب اپنی بیوک روک دی اور وہیں حمید کا منتظر رہا۔ وہاں اس لئے رکا تھا کہ حمید خواہ راجرس اسٹریٹ جائے یا اپنے گھر کی طرف اُسے کنگسن کے چوراہے سے ضرور گزرنا پڑے گا۔

قاسم تقریباً تین گھنٹے تک رکا رہا۔ اس نے اپنی گاڑی سڑک کے نیچے اُتار کر کھڑی کردی اور سڑک سے گذرنے والی ہر کار کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگتا تھا۔

تقریباً پانچ بجے حمید اُسے ایک ٹیکسی میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔

''ٹھہر تو جانا دغا باز......!'' اُس نے دھاڑ کر اپنی کار اسٹارٹ کر دی اور پھر اتنی جلدی اُسے سڑک پر لایا کہ وہ ایک کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ دونوں نے بریک لگائے اور کاروں کے اگلے حصوں میں صرف ایک فٹ یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

''اندھا......!'' دوسری کار کا ڈرائیور کھڑکی سے سر نکال کر چیخا۔

''پیچھے ہٹاؤ......!'' قاسم دہاڑا۔

اور جیسے ہی دوسری کار کے ڈرائیور نے اسے غور سے دیکھا اس کی روح فنا ہو گئی۔ شہر میں قاسم کے باپ کی تقریباً چار درجن ٹیکسیاں چلتی تھیں اور یہ ٹیکسی بھی اتفاق سے انہیں میں سے ایک تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں ڈرائیور اُسے آندھی اور طوفان کی سی سرعت سے آگے نکال لے گیا۔ ویسے یہ ضروری نہیں تھا کہ قاسم اپنے یہاں کام کرنے والے سینکڑوں آدمیوں میں سے ہر ایک کو پہچانتا رہا ہو۔

اس نے بھی اپنی کار بڑھائی اور دل ہی دل میں حمید کو گالیاں دیتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے روحی بھی اس کے ساتھ رہی ہو۔

وہ کار کی رفتار تیز کرتا رہا اور اُس کار کو پیچھے چھوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا جس سے ٹکر ہوتے ہوتے بچی تھی۔

اس کے بعد جو کار دکھائی دی اس کے متعلق قاسم نے یہی اندازہ کیا کہ وہ ہو سکتی ہے کیونکہ یہی راجرس اسٹریٹ کے سامنے سے گزری تھی۔

قاسم نے رفتار کچھ اور تیز کی اور ٹیکسی کے برابر پہنچ گیا حمید پچھلی سیٹ پر موجود تھا۔ ''قبر تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا......سمجھے۔'' قاسم نے چیخ کر کہا۔

''تم کہاں چلے گئے تھے پیارے......!'' حمید چہک کر بولا۔ ''دیکھو آخر وہ خفا ہو گئی نا......تم بھاگے کیوں تھے۔ وہ کہہ رہی تھی ایسے بیوقوفوں سے دور ہی رہنا چاہیے۔''

''ابے تم خود بیوقوف! اپنی گاڑی کو رکواؤ ورنہ لڑا دوں گا۔''

حمید نے ڈرائیور سے رکنے کو کہا۔ اُس کے ذہن میں ایک نئی شرارت جنم لے رہی تھی۔

ٹیکسی رک گئی۔ دوسری طرف قاسم نے بھی کار روک دی تھی۔ اس طرح دونوں کاروں نے سڑک کی پوری چوڑائی گھیر لی تھی۔ اس سلسلے میں انہیں پیچھے آنے والی کاروں سے بڑی گندی گندی گالیاں سنائی دیں۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا کر سڑک کے نیچے اتاردی۔ دوسری کاروں کو آگے بڑھنے کے لئے راستہ مل گیا۔ ان میں وہ کار بھی تھی جس پر حمید کا تعاقب کرنے والا چینی بیٹھا ہوا تھا۔

حمید ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے قاسم کی کار کے قریب آیا۔

''کیا بات ہے۔'' اُس نے قاسم کی ٹھوڑی میں ہاتھ لگا کر کہا۔ قاسم نے کسی روٹھی ہوئی عورت کی طرح اُس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

''تم مجھے اُلو نہیں بنا سکتے...... ہاں......!''

''میں نے تمہارے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی بلکہ تقریباً دو گھنٹے تک اُسے تمہاری خصوصیات بتاتا رہا ہوں، مگر اُسے یقین نہیں آتا۔''

''کیا بتایا تھا تم نے۔'' قاسم نے اشتیاق ظاہر کیا۔

''یہی کہ شاید تم دنیا کے سب سے زیادہ طاقتور آدمی ہو۔''

''ہاں......ارے......ہی ہی ہی......میں کیا۔''

''واہ......کیا میں نے غلط کہا تھا۔'' حمید نے اگلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اُسے تمہارے درجنوں کارنامے سنائے۔''

''پھر اُس نے کیا کہا۔'' قاسم نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

''کہنے لگی اب میں قاسم صاحب کو بہت قریب سے دیکھوں گی۔''

''قاسم صاحب!......کیا کہا تھا۔'' قاسم نے پُر اشتیاق لہجے میں کہا۔

''دو ایک بار بے خودی میں قاسم پیارے بھی کہہ گئی تھی۔''

''ارے......نہیں......جھوٹ......ہی ہی ہی۔''

''خیر آئندہ ملاقات ہونے پر تم خود ہی حقیقت معلوم کرلو گے۔'' حمید نے کہا اور قاسم

بڑی دیر تک ہونٹ بھینچے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر ہنستا رہا۔

حمید نے اب کاسینو بار جانے اور شراب پینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

"قاسم......!" اُس نے تھوڑی دیر بعد اُسے مخاطب کیا۔

"آں...... ہاں......!" قاسم چونک پڑا۔ وہ اپنے ہوائی قلعوں میں کھو گیا تھا۔

"اگر تم تھوڑی سی ہمت کر جاؤ تو کام بن سکتا ہے۔"

"کس طرح......!"

"جس مرد کو بھی اس کے ساتھ دیکھو پیٹ دو۔"

"ارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ حمید بھائی۔ جب کہو تب۔ ابھی اگر کسی کو دکھا دو تو میں اسی وقت تمہیں اپنا کمال دکھا سکتا ہوں۔"

"نہیں ابھی صبر کرو۔"

"مگر یار حمید بھائی وہ کلاک ٹاور پر پتھراؤ کیوں کر رہی تھیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ انہوں نے کلاک ٹاور ہی پر پتھراؤ کیا تھا۔"

"ارے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔" قاسم ہنس کر بولا۔

"بڑی شریر لڑکیاں معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہاں ہیں تو......!" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید نے کہا۔ "ہم کیوں نہ راجرس اسٹریٹ ہی چلیں۔ مجھے اس کا مکان معلوم ہے۔ وہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔"

"کبھی نہیں......حمید بھائی......میں بہت بدقسمت آدمی ہوں۔" قاسم نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"دل نہ تھوڑا کرو۔" حمید نے اُسے تسلی دی۔ "اسے فضل کرتے دیر نہیں لگتی یار!"

"میں تو سوچتا ہوں کہ اب مر ہی جاؤں۔"

"ہرگز نہیں۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "ایسا نہ کرنا۔ نہیں تو تمہاری بیوی کو بڑی خوشی ہوگی۔"

"ہائیں......تم نے پھر اس کا تذکرہ چھیڑا۔" قاسم نے غصیلی آواز میں کہا۔

حمید آہستہ آہستہ پھر بوریت محسوس کرنے لگا تھا لہٰذا اُس نے تیسری بار اپنا ارادہ بدل

دیا۔ اب وہ راجرس اسٹریٹ بھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ اُس نے سوچا تھا کہ قاسم کو ایک بار پھر روحی کے ہاتھوں پٹوا دے گا۔ لیکن ان دنوں کسی ایک بات پر طبیعت جمتی ہی نہیں تھی۔ حمید کوشش کرتا کہ اپنے ذہن کو کرید کرید کر اس بیزاری کی وجہ دریافت کر لے، مگر کامیابی نہ ہوتی۔

وہ سوچنے لگا کہ اب اُسے اُن لغویات کو چھوڑ کر کوئی ٹھوس کام کرنا چاہئے۔ ممکن ہے اسی طرح بیزاری رفع ہو سکے۔ اُسے یاد آیا کہ فریدی ان دنوں اکثر سنگ سنگ بار کے چکر کاٹتا رہا ہے اور فریدی سے تضیع اوقات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ لہذا وہ کسی خاص ہی قسم کا چکر ہوگا۔''

دفعتاً اس نے قاسم سے کہا۔ ''مجھے بندرگاہ کے علاقے میں لے چلو۔''

''راجرس اسٹریٹ نہیں۔'' قاسم بولا۔

''نہیں اس وقت مناسب نہیں ہے۔ اگر اس کے باپ سے مڈبھیڑ ہوگئی تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔''

''باپ ہے اُس کا؟'' قاسم نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں بڑی مایوسی تھی۔

''نہ صرف باپ بلکہ دادا بھی۔ کبھی خان بہادر سجاد کا نام سنا ہے۔''

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں۔''

''روحی اُس کی لڑکی ہے۔''

''ہات تیری تقدیر کی......!'' قاسم بسور کر بولا۔ پھر تھوڑی دیر بعد کہنے لگا۔ ''نہیں حمید بھائی۔ یہ گاڑی نہیں چلے گی۔ وہ والد صاحب کے دوستوں میں سے ہیں۔''

''تم جانو......!'' حمید نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ دراصل اب اس موضوع کو ختم ہی کر دینا چاہتا تھا۔

قاسم نے گرینگ روڈ پر کار موڑی اور اب وہ بندرگاہ کے علاقے کی طرف جا رہے تھے۔ حمید سنگ سنگ بار تک جانا چاہتا تھا۔ یہ بندرگاہ ہی کے علاقے میں تھا اور وہاں کا اینگلو انڈین بارٹنڈر فریدی اور حمید سے اسی طرح واقف تھا جیسے دنیا کے سارے آدمی ملک الموت سے واقف ہیں۔

حمید نے سنگ سنگ بار سے کافی فاصلے پر کار رکوائی اور نیچے اُتر گیا۔

''میں بھی آؤں۔'' قاسم نے پوچھا۔

''نہیں......اب تم جاؤ۔ میں یہاں ایک سرکاری کام سے آیا ہوں۔''

''اچھا اُس دوسری لڑکی کے متعلق کیا خیال ہے۔'' قاسم نے آہستہ سے پوچھا۔

''اس سے کہوں گا کہ وہ تم سے محبت کرنے لگے۔ اب دفع ہو جاؤ۔''

حمید آگے بڑھ گیا۔ لیکن قاسم کی کار جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ حمید کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔''

حمید پیدل ہی سنگ سنگ بار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس بار کا مالک پی سنگ نامی ایک چینی تھا۔ کئی بار کا سزا یافتہ اور کافی بدنام بھی تھا۔

جیسے ہی حمید نے بار کے اندر قدم رکھا، مریل سے اینگلو انڈین بارٹنڈر نے اُسے خوفزدہ نظروں سے دیکھ کر کاؤنٹر پر پھیلی ہوئی چیزوں کو رکھنا اٹھانا شروع کر دیا۔

لیکن حمید کاؤنٹر کی طرف نہیں گیا۔ چونکہ یہ مہینے کی آخری تاریخیں تھیں اس لئے یہاں زیادہ بھیڑ بھی نہیں تھی۔ کئی میزیں خالی نظر آ رہی تھیں۔ ورنہ ویسے یہاں شام کو تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ حمید دروازے کے قریب کی ایک میز پر بیٹھ گیا۔ آج کل یہاں کاروبار ترقی پر معلوم ہوتا تھا کیونکہ ایک چھوڑ تین تین ویٹر نظر آ رہے تھے۔ ورنہ پہلے تو ایک ہی ویٹر ہوا کرتا تھا اور اکثر بارٹنڈر بھی ویٹر کا کام کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ یہ دونوں نئے ویٹر چینی تھے۔ حمید چاروں طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایک بار پھر اس کی نظریں بارٹنڈر کی نظروں سے ملیں اور بارٹنڈر نے سر جھکا لیا۔ حمید نے اُسے دونوں چینی ویٹروں کو کچھ اشارہ کرتے دیکھا۔ اُسے یقین تھا کہ اُس نے اشارہ ضرور کیا ہے۔ وہ اس کا واہمہ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال دوسرے ہی لمحے میں اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ وہ دونوں چینی ویٹر صدر دروازے کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ تیسرا پرانا ویٹر حمید کی طرف بڑھا۔

''آپ کے لئے کیا لاؤں۔'' اُس نے حمید سے پوچھا۔

''اورنج اسکوائش......!'' حمید نے کہا۔

''نہیں ہے۔''

''تو پھر سادہ پانی میں برف ڈال لاؤ۔''

''گستاخی معاف! یہ بار ہے۔'' ویٹر بولا۔

دفعتاً حمید نے ایک چیخ سنی، جو کسی بند کمرے میں گونجی تھی۔ دوسرے لوگ بھی چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگے تھے۔

بارٹنڈر نے بلند اور کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔''کوئی خاص بات نہیں ہے حضرات! ہمارا ایک ملازم جن کی پوری بوتل چُرا کر صاف کر گیا ہے۔ اسی کی مرمت ہو رہی ہے۔''

لوگ پھر اپنے گلاسوں اور بوتلوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

حمید ایک بند دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آواز دراصل اسی کے پیچھے سے آئی تھی اور نہ جانے کیوں اُسے وہ آواز کچھ جانی پہچانی معلوم ہوئی تھی۔

''یہ سرکاری کام ہو رہا ہے۔'' اچانک اُس نے قاسم کی آواز سنی اور چونک کر مڑا۔ وہ اس پر جھکا ہوا مسکرا رہا تھا۔

''میں کرنل صاحب کو اس کی اطلاع ضرور دوں گا۔'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔''بڑے پارسا بنتے ہیں۔''

''بیٹھو! بیٹھو!'' حمید نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

قاسم اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی پشت کاؤنٹر کی طرف تھی اور وہ بند دروازہ جس سے آواز آئی تھی کاؤنٹر کے پیچھے تھا۔ حمید جانتا تھا کہ پی سنگ اس کمرے کو اپنے آفس کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

''بچاؤ...... بچاؤ......!'' چیخ پھر سنائی دی اور حمید اس بار بیساختہ اچھل پڑا۔ اب اس نے آواز پہچان لی تھی۔ یہ آواز فریدی کے دوسرے اسسٹنٹ سرجنٹ رمیش کی تھی۔ تیسری چیخ نے تو رہے سہے شبہات بھی زائل کر دیئے۔

''قاسم......!'' حمید قاسم کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔''تم یہ چیخیں سن رہے ہو۔''

''ہاں...... سن رہا ہوں۔''

''یہاں جھگڑا بھی ہو سکتا ہے۔''

''کیوں! کون کرے گا جھگڑا۔''

''دیکھو! میں شروع کرتا ہوں۔'' حمید نے چاروں طرف گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ ''تم کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے کو توڑ کر اندر گھسنے کی کوشش کرنا۔ یہ چیخیں سرجنٹ رمیش کی تھیں۔''

چیخ پھر سنائی دی اور یک بیک حمید نے کھڑے ہو کر بارٹنڈر سے کہا۔ ''یہ کون ہے! میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم سے مطلب......!'' ایک چینی غرا کر اُس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ''چپ چاپ بیٹھو ورنہ باہر چلے جاؤ۔''

دوسرے ہی لمحے میں حمید کا گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ ایک میز سے ٹکرا کر میز سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ قاسم اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف جھپٹا اور ساتھ ہی سامنے آتی ہوئی ہر میز کو الٹتا بھی گیا۔ اب دوسرے چینی نے حمید پر حملہ کیا لیکن اس کا گھونسہ خلا میں ناچ کر رہ گیا۔ حمید بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔ چینی نے اس حملے پر اپنی پوری قوت صرف کر دی تھی۔ لہٰذا وار خالی جانے پر وہ اپنے ہی زور میں منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ تیسرے ویٹر نے حمید پر سوڈے کی بوتل کھینچ ماری لیکن حمید غافل نہیں تھا۔ اس نے اُسے بھی خالی دیا اور وہ ایک گاہک کے سر پر پڑی۔

دوسری طرف قاسم نے بارٹنڈر کو اٹھا کر کاؤنٹر کے باہر پھینک دیا تھا اور اب دروازے پر ٹکریں مار رہا تھا۔ اُسے تو یہی محسوس ہوا جیسے وہ دروازہ توڑ کر اندر جا پڑا ہو۔ لیکن وہ محض اس کا خیال تھا۔ دروازے کے دونوں پٹ محفوظ تھے اور وہ خود پیٹ کے بل فرش پر پڑا ہوا دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ ہاتھی جیسا ڈیل ڈول...... اسے آسانی سے اٹھا کر سیدھا کھڑا کر دینا بہت مشکل تھا۔

بیک وقت پانچ آدمی قاسم پر ٹوٹ پڑے، جو اس بند کمرے میں پہلے ہی سے موجود تھے۔ حمید نے وہاں تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔

''اُسے ہٹا لے جاؤ۔'' دفعتاً حمید نے پی سنگ کی آواز سنی اور ایک طرف سرجنٹ رمیش کو

بیہوش پڑا دیکھا۔

اُس کمرے میں وہی پانچ آدمی تھے اور چھٹا خود پی سنگ تھا۔ حمید کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح قاسم کو اٹھنے میں مدد دے۔ قاسم طاقتور ضرور تھا لیکن اُس میں پھرتی نہیں تھی۔ ہوتی بھی کیسے..... کیونکہ وہ حد سے زیادہ جسیم آدمی تھا۔

''اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ ورنہ گولی ماردوں گا۔'' حمید نے پی سنگ کی آواز سنی اور اُسے دیکھا بھی۔ وہ سامنے کھڑا تھا اور اُس کے داہنے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ حمید کیطرف تھا۔

حمید نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ پانچوں آدمی بھی قاسم کو چھوڑ کر الگ ہٹ گئے۔ قاسم ہانپتا ہوا اٹھا اور پی سنگ کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اُس کے دیوتا کوچ کر گئے۔ وہ دھماکے والے اسلحہ سے بہت ڈرتا تھا۔ البتہ ہاتھ پیر کی لڑائی میں وہ شاید رستم سے بھی پیچھے نہ ہٹتا۔ اُس نے بھی ہانپتے ہوئے اپنے دنوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

''اسے لے جاؤ۔'' پی سنگ نے بیہوش رمیش کی طرف اشارہ کر کے اپنے آدمیوں سے کہا۔ ''گلی میں وین کھڑی ہے۔''

''پی سنگ کیوں شامت آئی ہے۔'' حمید نے اُسے للکارا۔

''شامت کا حال ابھی معلوم ہوگا۔ میں پی سنگ ہوں سمجھے۔ یہ رمیش تو یہاں آیا ہی نہیں تھا اور تم دونوں میری سیکریٹری مس جوزف کو چھیڑ رہے تھے۔''

اُس نے مس جوزف کو آواز دی اور ساتھ ہی ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ وہ کاؤنٹر کی طرف کا دروازہ بند کر دے کیونکہ باہر سے بھی لوگ بار میں داخل ہونے لگے تھے۔

دروازہ بند کر دیا گیا اور ساتھ ہی ایک خوبصورت سی نوعمر اینگلو انڈین لڑکی داہنی طرف کے دروازے سے اندر آئی۔

''یہ دونوں تمہیں چھیڑ رہے تھے مس جوزف۔''

لڑکی نے انہیں غور سے دیکھا اور بولی۔ ''ہاں! انہوں نے مجھے زبردستی اٹھالے جانے کی کوشش کی تھی۔''

''دیکھا تم نے۔'' پی سنگ نے حمید سے کہا۔

حمید اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے مس جوزف کو گھور رہا تھا۔ اتفاقاً مس جوزف کی نظریں پھر اس کی طرف اٹھ گئیں اور حمید نے بے تحاشہ اُسے آنکھ ماردی۔ لڑکی کے منہ سے گالیوں کا طوفان امنڈ پڑا۔ پی سنگ اس کی طرف دیکھنے لگا۔ حمید موقع کا منتظر ہی تھا۔ اُس نے اسی لئے اُسے آنکھ ماری تھی کہ موجودہ حالت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوجائے۔ جیسے ہی پی سنگ کی نظر اس پر سے ہٹی اس نے پی سنگ پر چھلانگ لگادی۔ پی سنگ دیوار سے جاٹکرایا لیکن ریوالور حمید کے ہاتھ میں نہیں آسکا۔ وہ اب پی سنگ کے ہاتھ میں بھی نہیں تھا۔ حمید نے اس کی ناک پر ایک بھرپور ہاتھ رسید کردیا۔ قاسم اُن لوگوں پر ٹوٹ پڑا تھا، جو رمیش کو اٹھا کر وہاں سے لے جارہے تھے۔

مس جوزف منمناتی ہوئی سارے کمرے میں ناچتی پھر رہی تھی۔ پی سنگ کمزور آدمی نہیں تھا...... ذرا ہی سی دیر میں بُری طرح ہانپنے لگا۔ وہ اُسے اپنے نیچے دبائے رکھنا چاہتا تھا...... دوسری طرف کاؤنٹر والا دروازہ بڑی شدت سے پیٹا جارہا تھا اور پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اُسے توڑ ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہو۔

''دروازہ کھولو...... پولیس ہے۔'' کسی نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔

پی سنگ کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ خائف ہوگیا ہے کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ ''رمیش کو یہیں رہنے دو۔ مس جوزف ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ بس اب دروازہ کھول دو۔''

اس بدلتے ہوئے نقشے نے قاسم کے ہاتھ پیر روک دیئے اور پی سنگ پھر بولا۔ ''دیکھو! ٹھہرو! تم پانچوں دوسری طرف سے گلی میں نکل جاؤ اور مس جوزف تم دروازہ کھول دینا۔ جلدی کرو۔ اپنا اسکرٹ دوچار جگہوں سے پھاڑ ڈالو۔''

''قاسم......!'' حمید نے جلدی سے کہا۔ ''یہ پانچوں یہاں سے نکلنے نہ پائیں۔''

''ان کے باپ بھی نہیں نکل سکتے۔'' قاسم داہنی طرف کے دروازے پر جمتا ہوا بولا۔

ایک بار پھر جدوجہد شروع ہوگئی لیکن دروازہ ٹوٹنے ہی والا تھا، مس جوزف اپنا اسکرٹ پھاڑ رہی تھی۔ اچانک دروازہ ٹوٹا اور آدمی اندر آ گرے، ان میں دو کانسٹیبل بھی تھے۔

پھر آٹھ دس کانسٹیبل اندر گھس آئے ان میں ایک سب انسپکٹر بھی تھا۔

''ارے آپ......!'' اُس نے حمید کو دیکھ کر کہا۔

''ہاں! یہ لوگ سارجنٹ رمیش کو پکڑ لائے تھے۔'' حمید نے کہا۔

اچانک مس جوزف نے چیخ چیخ کر رونا شروع کردیا اور پی سنگ دہاڑنے لگا۔ ''یہ ظلم ہے۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ ان لوگوں نے میری سیکریٹری کو زبردستی لے جانا چاہا تھا۔ رمیش بہت پیئے ہوئے تھا۔ وہ ادھر پڑا ہوا ہے، اور یہ دونوں ہم پر زبردستیاں کررہے تھے۔''

''پی سنگ تمہاری بکواس کام نہیں آئے گی۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''ہاں ہاں......آپ لوگ بادشاہ ٹھہرے، جو چاہیں کرتے پھریں۔'' پی سنگ ہانپتا ہوا بولا۔

''تمہارے پاس اس ریوالور کا لائسنس ہے۔'' حمید نے فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''تم یہ نہیں کہہ سکو گے کہ اسے ہم نے استعمال کیا تھا کیونکہ اس کے دستے پر صرف تمہاری ہی انگلیوں کے نشانات ملیں گے۔''

پی سنگ کا چہرہ اُتر گیا۔

قاسم اور تیسری لڑکی

لڑکی چیخ چیخ کر رونے لگی۔ وہ حمید کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر مغلظات بھی سنا رہی تھی۔

''کیا قصہ ہے جناب۔'' سب انسپکٹر نے حمید سے پوچھا۔

''سب فراڈ ہے۔ اب یہ لوگ کیس بنانے کی کوشش کررہے ہیں۔ آپ وہ ریوالور احتیاط سے اٹھوا لیجئے۔ نشانات ضائع نہ ہونے پائیں۔''

پھر اس نے پی سنگ سے پوچھا۔ ''تم رمیش کو یہاں کیوں لائے تھے۔''

''میں لایا تھا۔'' پی سنگ غصیلی آواز میں بولا۔ ''تم لوگ زیادتی بھی کرتے ہو اور الٹا پھنسا بھی دیتے ہو۔ مس جوزف ایک اچھے خاندان کی لڑکی ہے۔''

''تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ اس کی شایان شان سلوک کیا جائے گا۔''

قاسم کی نظریں اُس لڑکی پر تھیں اور وہ اپنے ہونٹ چاٹ رہا تھا۔

دفعتاً رمیش نے کراہ کر کروٹ بدلی اور حمید اس کی طرف جھپٹا۔ رمیش اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حمید نے سہارا دے کر اُسے بٹھا دیا لیکن اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیاں دبائے ہوئے تھا۔

''رمیش......!'' حمید نے اُسے ہلایا۔

رمیش نے آنکھیں کھولیں اور پھر بند کرلیں۔ وہ اتنی سرخ تھیں جیسے خون سے ڈوبی ہوئی ہوں۔

''آپ انہیں سنبھالئے۔'' حمید نے سب انسپکٹر سے کہا۔ ''میں رمیش کو لے جا رہا ہوں۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔'' پھر وہ قاسم کی طرف مڑ کر بولا۔

''کیا تمہاری کار کہیں قریب ہی ہے۔''

''آں......!'' قاسم چونک پڑا۔ وہ لڑکی کو گھورنے میں محو تھا اور کسی ایسی چمگادڑ کی طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جو اندھیرے سے اجالے میں پکڑ لائی گئی ہو۔

''اپنی گاڑی یہاں لاؤ۔''

''اچھا......!'' قاسم نے بھاڑ سا منہ کھول کر کہا اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

''ان میں سے ایک کو بھی چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' حمید رمیش کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اٹھاتا ہوا بولا۔

باہر قاسم کی کار موجود تھی۔ اس نے رمیش کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ رمیش ابھی تک کچھ بولا نہیں تھا۔ لہٰذا یہ کہنا مشکل تھا کہ وہ ہوش ہی میں ہے۔ اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔

وہ سول ہسپتال میں آئے اور وہیں سے حمید نے فریدی کو بھی فون کیا لیکن وہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ دوسری جگہوں میں بھی جہاں اس کے ملنے کے امکانات تھے پوچھ گچھ کی گئی...... فریدی کہیں بھی نہ مل سکا۔

رمیش کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ تھوڑی دیر بعد اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھولتا اور اس طرح خلاء میں گھورنے لگتا جیسے اُسے کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔ نہ وہ کسی کی آواز سن کر اُس کی طرف دیکھتا اور نہ اس کے ہونٹ ہی ہلتے۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سماعت اور بصارت سے محروم ہو گیا ہو۔ ڈاکٹر نے اس کی پیشانی پر ابھری ہوئی نیلے رنگ کی دھاریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔ ''حمید صاحب! انہیں بہت سخت قسم کی اذیت دی گئی ہے۔ سر میں رسی پھنسا کر اس کا حلقہ اتنا تنگ کیا گیا ہے کہ یہ بیہوش ہو گئے ہیں۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ اندھے یا بہرے نہیں ہو جائیں گے۔'' اور حمید سوچ رہا تھا کہ آخر اُسے اذیت دی ہی کیوں گئی تھی۔ یہ طریقہ تو کچھ اگلوا لینے ہی کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ آخر وہ لوگ اس سے کیا معلوم کرنا چاہتے تھے اور وہاں گیا ہی کیوں تھا۔

وہ اسے ہسپتال ہی میں چھوڑ کر پھر بندرگاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ قاسم اب بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے ایک بار بھی حمید سے یہ نہیں کہا کہ اب اُسے واپس جانا چاہئے۔

''اب کہاں!'' قاسم نے اس سے پوچھا۔

''وہیں سنگ سنگ بار۔''

''یار حمید بھائی مجھے افسوس ہے کہ ان میں سے ایک بھی نہیں مر سکا۔ مگر یار وہ مس جو جو......الاقسم......کیا چیز تھی۔''

''مس جوزف......!'' حمید نے تصحیح کی۔

''کیسی زہریلی گالیاں دے رہی تھی۔'' قاسم ہنسنے لگا۔ ''چلو ہم دونوں قریب قریب برابر ہو گئے۔ میں نے لونڈیوں کے ہاتھ سے مار کھائی تھی۔ تم نے گالیاں سن لیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ مذاق کے موڈ میں نہیں تھا۔ مگر یہ کہنا قطعی غلط ہوگا کہ اس ہنگامے نے اس کی طبیعت کو پہلے سے بھی زیادہ مکدر کر دیا ہوگا۔ یہ بات نہیں تھی۔ دفعتاً حمید کو اب ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی روح پر سے اداسی کا بوجھ اتر گیا ہو۔ وہ بیزاری دھوئیں کی طرح اڑ گئی تھی، جو پچھلے چند ہفتوں سے اس کے ذہن پر مسلط رہی تھی اور اب وہ خود کو پہلے ہی کی طرح کا سدا بہار محسوس کر رہا تھا۔

جب سے اسے کیڈی[1] والا حادثہ پیش آیا تھا وہ کچھ اسی قسم کا ہو گیا تھا۔ اس کے اندر اب زندگی کی لہر عموماً اسی وقت پیدا ہوتی تھی جب زندگی ہی خطرے میں ہو۔ سنگ سنگ بار میں اس وقت کے ہنگامے نے اس میں نئی روح پھونک دی تھی۔

اس نے قاسم کو اسٹیرنگ پر سے ہٹا دیا تھا اور خود ہی کار ڈرائیو کر رہا تھا اور اتنے وحشیانہ انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا کہ قاسم کے ہوش اڑے جا رہے تھے۔ بار بار اُسے ایکسیڈنٹ کا خطرہ محسوس ہونے لگتا مگر چونکہ ہیکٹر قسم کا آدمی تھا اس لئے اپنی کمزوری کا اعتراف نہیں کر سکتا تھا۔

وہ جلد ہی سنگ سنگ بار کے سامنے پہنچ گئے جہاں اب پہلے سے بھی زیادہ بھیڑ نظر آ رہی تھی۔ حمید اور قاسم مجمع میں گھستے چلے گئے۔ اندر سناٹا تھا۔ صرف دو کانسٹیبل وہاں نظر آ رہے تھے۔ حمید کو دیکھتے ہی ایک بولا۔

''صاحب وہ چینی بھاگ گیا۔''

''کیا......!''

''جی ہاں اور دوسرے تھانے میں ہیں۔ ہم انہیں یونہی لے جا رہے تھے۔ کیونکہ ہمارے پاس ہتھکڑیاں نہیں تھیں۔ بس ہیرا بازار کے قریب پہنچ کر غائب ہو گیا۔''

''غائب ہو گیا۔'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''جی ہاں! ہمیں تو بالکل یہی معلوم ہوا جیسے وہ یا تو ہوا میں گھل گیا یا پھر اُسے زمین نگل گئی ہو۔ ہم غافل نہیں تھے جناب۔''

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ اُسے ابھی تک ان حالات کا علم نہیں تھا جن کے تحت رمیش کی درگت بنائی گئی تھی۔ بہر حال وہ کوئی خاص ہی معاملہ رہا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق فریدی کی ذات سے ہو۔

حمید چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس کی نظر سنگ بار کی بالائی منزل کی طرف اٹھ گئی۔ اس نے ہارڈی کو دیکھا جو اوپر بارجے پر کھڑا سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ شہر کے شورہ پشت قسم کے بدمعاشوں میں سے تھا اور بندرگاہ کے علاقے میں خصوصیت سے اس کی دھاک بیٹھی ہوئی

---

[1] گولڈن جوبلی نمبر ملاحظہ فرمایئے

تھی۔ حمید نے سوچا ممکن ہے ہارڈی ہی اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکے۔ اُسے یاد آیا کہ ایک بار فریدی نے ہارڈی کو ایک بہت بڑے جنجال سے بچایا تھا۔ ویسے اُس نے خود اُس کی تھوڑی سی مرمت ضرور کردی تھی۔ فریدی تنہا تھا اور ہارڈی اپنے چار ساتھیوں سمیت اپنے ہی مکان میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اُس نے فریدی پر بھی بندرگاہ کے علاقے میں اپنی حکومت کا رعب جمانا چاہا لیکن اُس دن شاید ہارڈی کا ستارہ گردش ہی میں تھا کہ نہ صرف اُسے بلکہ اُس کے چاروں ساتھیوں کو بھی فریدی کے ہاتھوں بُری طرح پٹنا پڑا تھا۔ اس کے بعد فریدی نے نہ صرف اُسے معاف کردیا تھا بلکہ اُسے بہت بڑی مصیبت سے نجات بھی دلائی تھی۔

حمید نے سوچا ممکن ہے ہارڈی پی سنگ کی گرفتاری میں اُسے کچھ مدد دے ہی سکے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ہارڈی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ہارڈی نے اُسے دیکھا اور اس طرح کھل اٹھا جیسے اسے اس کا انتظار ہی رہا ہو۔

دومنٹ بعد ہارڈی نیچے آگیا۔

''کام ادھورا رہا کپتان صاحب۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے۔ مجھے افسوس ہے کہ پی سنگ نکل گیا۔''

''اوہو! تو کیا آج کل پی سنگ سے تمہارے تعلقات اچھے نہیں تھے۔''

''کبھی اچھے نہیں تھے۔ میں چینیوں کو بالکل پسند نہیں کرتا اور پھر وہ تو انتہائی سُور آدمی ہے......مگر بات کیا تھی کپتان صاحب۔''

''اُس نے سارجنٹ رمیش کو بند کر رکھا تھا، جو ہمیں بیہوشی کی حالت میں ملا۔ اُسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔''

''اور ایسے مجرم کو انسپکٹر صاحب نے نکل جانے دیا۔'' ہارڈی نے متحیرانہ لہجے میں کہا پھر آہستہ سے بولا۔ ''یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے دو چار ہزار کے نوٹ تھما دیئے ہوں۔''

''خدا جانے......!'' حمید بولا۔ ''کیا تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کرسکو گے۔''

''بھلا میں کیا مدد کرسکتا ہوں۔''

''پی سنگ نے شہر تو نہ چھوڑ دیا ہوگا۔''

ہارڈی کچھ سوچنے لگا۔ قاسم نے ہاتھ اٹھا کر ایک طویل انگڑائی لی اور اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کچھ دیر قبل کھائی ہوئی مٹھائی کا مزہ اب ترشی میں تبدیل ہو گیا ہو۔ ساتھ ہی ایک ٹھنڈی سانس لے کر اُس نے اپنے پیٹ پر بھی ہاتھ پھیرا۔ جسمانی ورزش نے اُس کی بھوک چمکا دی تھی۔

''آپ کی تعریف......!'' دفعتاً ہارڈی نے قاسم کو نیچے سے اوپر تک دیکھتے ہوئے کہا۔

''کرنل ٹاور۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا اور قاسم گدھے کی طرح پھول گیا اور ہارڈی کی طرف بڑی حقارت سے دیکھنے لگا۔

''محکمے میں نئے ہیں۔'' ہارڈی نے پوچھا۔

''تم مجھ سے پی سنگ کی بات کرو ہارڈی۔''

''پی سنگ۔'' ہارڈی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''اس نے اپنی مٹی پلید کر لی۔ اب نہ وہ شہر چھوڑ سکے گا اور نہ یہی ممکن ہوگا کہ منظر عام پر آئے۔ اُس نے بھاگ کر سخت غلطی کی۔ ایک نہیں ہزار بہانے تھے۔''

''بہانہ تو اس نے بڑا شاندار پیدا کیا تھا۔'' حمید نے مسکرا کر کہا مگر پھر ایک غلطی کر بیٹھا۔ ''اگر وہ ریوالور نہ نکالتا تو ہم اپنی بے گناہی کسی طرح نہ ثابت کر سکتے۔ ریوالور بغیر لائسنس کا تھا اور اس کے دستے پر صرف اسی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ وہ محض اس ریوالور کی وجہ سے بھاگ نکلا ورنہ......ورنہ ہمیں تارے نظر آ جاتے۔''

''میں کچھ نہیں سمجھا کپتان صاحب۔'' ہارڈی نے پر اشتیاق لہجے میں کہا۔

اس پر حمید نے بے کم و کاست پوری داستان دہرا دی۔ قاسم کو بڑا غصہ آیا۔ اُسے بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ اس انتظار میں تھا کہ ہارڈی کھسکے تو وہ حمید سے کسی ہوٹل میں چلنے کی فرمائش کرے۔ مگر بات تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

''اچھا بس! خواہ مخواہ بے تکی ہانک رہے ہو۔'' قاسم غرایا۔

''میں آپ لوگوں کا بد اندیش نہیں ہوں جناب۔'' ہارڈی نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے کام ہی آ جاؤں۔''

''اسی وقت کام آؤ گے؟'' قاسم نے نڈھال سی آواز میں پوچھا۔

ہارڈی اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ وہ تو اسے محکمہ سراغ رسانی کا کوئی آفیسر سمجھا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ اُس جملے کی وضاحت چاہتا حمید بول پڑا۔

''اگر کام ہی آنا ہے تو دیر نہ کرو۔''

''دیکھئے...... میرا خیال ہے کہ پی سنگ اس وقت کارپینٹر کے قمار خانے میں ہوگا۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا کہ پی سنگ شہر نہیں چھوڑ سکتا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ کارپینٹر کے قمار خانے کا مالک دراصل پی سنگ ہی ہے۔''

''میرے لئے نئی اطلاع ہے۔''

''ہے نا!'' ہارڈی چہک کر بولا۔ ''پی سنگ کروڑوں کا آدمی ہے اور اس نے مختلف ناموں سے درجنوں کاروبار کر رکھے ہیں۔''

''اچھا تو پھر ہم کارپینٹر کے قمار خانے ہی میں کیوں نہ چلیں۔''

''ابھی نہیں...... ایک بجے سے پہلے ہرگز نہیں۔''

''اخ بجے۔'' قاسم دہاڑا۔

''جی ہاں...... احتیاطً......!'' ہارڈی جلدی سے بولا۔ وہ اسکے ڈیل ڈول سے بہت مرعوب معلوم ہو رہا تھا۔ حمید نے پھر اُسے اپنی طرف مخاطب کرنے کیلئے کہا۔ ''اچھا تم کہاں ملو گے۔''

''یہیں اپنے فلیٹ میں۔ اب مجھے جانے دیجئے۔ پی سنگ بڑا چالاک ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگا اس تک ایک ایک لحظہ کی خبریں پہنچ رہی ہوں گی۔''

''بہتر ہے جاؤ۔'' حمید نے کہا۔ ''میں ساڑھے بارہ بجے تک تمہارا انتظار کسٹم کراسنگ پر کروں گا! لیکن سو نہ جانا۔''

''نہیں جناب ایسا بھی کیا۔'' ہارڈی نے کہا اور اپنے فلیٹ کی طرف چلا گیا۔

''غمید بھائی۔'' قاسم کے حلق سے ایک دردناک سی آواز نکلی۔

''بھوکے ہو!'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں......!''

''مجھے کھا جاؤ۔''

قاسم ہنسنے لگا۔ مگر اس کی ہنسی بڑی بے جان تھی، قہقہے کے اختتام پر بالکل ایسی ہی آواز اُس کے حلق سے نکلی جیسے کوئی گدھا رینک رہا ہو۔

''چلو...... یہاں کوئی ایسا ہوٹل نہیں ہے جہاں تمہارے معیار کے مطابق کھانا مل سکے۔'' حمید کار کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وہاں سے دونوں آرلکچو میں آئے جہاں ان کی شخصیتیں گمنام نہیں تھیں۔ خصوصاً قاسم تو ویٹروں سے لے کر منیجر تک کی آنکھوں کا تارا تھا۔ وہ یہاں بیٹھ کر بے تحاشہ کھاتا اور بے تحاشہ پیسے بانٹتا۔ کاؤنٹر کلرک ایک اینگلو برمیز لڑکی تھی اس لئے قاسم بلاناغہ یہاں آتا تھا۔ قاسم ایک میز پر جم گیا اور حمید کاؤنٹر پر پہنچ کر سول ہسپتال کے نمبر رنگ کرنے لگا۔ اسے معلوم کرنا تھا کہ فریدی وہاں پہنچا یا نہیں۔ وہاں سے اسے ہولڈ ان کرنے کے لئے کہا گیا کیونکہ فریدی وہاں موجود تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد فریدی کی آواز آئی جو اُسے سول ہسپتال پہنچنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ حمید ریسیور رکھ کر قاسم کی میز پر آیا۔

''تم زہر مار کرو...... میں جا رہا ہوں۔''

''جاؤ......!'' قاسم نے بڑے مخلصانہ انداز میں کہا۔ اُس نے کاؤنٹر کلرک کو حمید کی طرف دیکھ کر بڑے دلآویز انداز میں مسکراتے دیکھا تھا اور اس کی ہڈیاں سلگ گئی تھیں۔ یہ اینگلو برمیز لڑکی قاسم کو بہت پسند تھی کیونکہ وہ اُس سے بھی مسکرا کر ہی گفتگو کرتی تھی۔ وہ ہر گاہک سے مسکرا کر گفتگو کرتی تھی لیکن قاسم کے لئے یہ بھی ناقابل برداشت تھا۔ وہ ہر اُس لڑکی کو اپنی ملکیت سمجھنے لگتا جو اس سے سیدھے منہ بول لیتی۔

حمید چلا گیا۔ قاسم بیٹھا کھانے پر ہاتھ صاف کرتا رہا۔ اس کی میز پر ہمیشہ دو ویٹر ہوا کرتے تھے۔ پتہ نہیں کب کسی آرڈر کے سلسلے میں ایک کی غیر حاضری دوسرے آرڈر کی تعمیل میں حارج ہو جائے۔ کھانے کے دوران میں اس کی فرمائشات کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا۔

اور آج تو اُس نے بھوک کی شدت کی وجہ سے حد ہی کر دی تھی۔ پوری میز پلیٹوں

گلاسوں اور قابوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود بھی اگر ایک ویٹر موجود تو دوسرا لازمی طور پر غائب ہوتا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک کھاتا رہا۔

آرلکچو کے پرانے گاہکوں کے لئے تو اب وہ عجوبہ نہیں رہ گیا تھا۔ مگر نئے آنے والوں کے لئے تو وہ خاصی دلچسپی کا سامان بن جایا کرتا تھا۔ عورتیں خاص طور سے اُسے دیکھتیں اور ہنس ہنس کر اپنے ساتھیوں سے سرگوشیاں کرنے لگتیں۔ اس وقت قاسم کو احساس ہوتا کہ وہ انہیں پرلے سرے کا بیوقوف نظر آتا ہوگا۔ بس پھر اُس سے بوکھلاہٹیں سرزد ہونے لگتیں۔ کبھی شوربے کی پلیٹ اپنے اوپر الٹ لیتا۔ کبھی پانی کی بوتل کی بجائے سرکے کی بوتل گلاس میں الٹ کر بے خیالی میں پینے لگتا اور پھر جب غلطی کا احساس ہوتا تو بُرا سا منہ بناتے وقت سارا سرکہ پھوار کی شکل میں اس کے ہونٹوں سے اُبل پڑتا۔

آج بھی کچھ اسی قسم کی واردات ہوگئی۔ ہوا یہ کہ قاسم نے کھانے کے بعد کافی طلب کی اور اس انڈونیشی لڑکی میں دلچسپی لیتا رہا، جو اُس کے قریب ہی کی ایک میز پر تنہا بیٹھی تھی۔ اُس کے ہونٹ اور آنکھوں کے نیچے کے اُبھار قاسم کو بہت پسند آئے تھے۔ وہ لڑکی بھی کنکھیوں سے کبھی کبھی قاسم کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ قاسم نے اُسے محسوس کرلیا تھا۔ وہ ایک بار نظریں نیچی کر کے مسکرائی بھی تھی۔ قاسم اُسے دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ اُس نے کافی میں شکر کی بجائے تین چمچے دانے دار نمک کے ڈال لئے اور پھر عادت کے مطابق ایک بڑا سا گھونٹ لیا، جو منہ میں رکے بغیر حلق سے نیچے اتر گیا۔

''اِع......ئی......عئی......!'' اس نے ہونٹ پھیلا دیئے اور اُبکائیاں لینے لگا۔ خیریت یہی ہوئی کہ کپ ہاتھ سے چھوٹ فرش پر نہیں گرا۔

''خدا......تم......غو......غارت کرے۔'' وہ ویٹر کی طرف مڑ کر دہاڑا۔

''جی صاحب!'' ویٹر چونک کر بولا۔

''یہ کیسی شکر ہے۔'' قاسم کی غراہٹ پورے ڈائننگ ہال میں سنی گئی۔

''شکر ہے صاحب۔'' ویٹر نے بوکھلا کر جواب دیا۔

''زہر ہے۔'' قاسم اُسی آواز میں چیخا۔ ''چکھو......اسے......چکھو نا......ورنہ میں جائے

دانی تمہارے سر پر توڑ دوں گا۔"

"کئی لوگ اپنی میزوں سے اٹھ کر ان کے قریب آ گئے اور قاسم زہر ہی زہر کے نعرے لگاتا رہا۔"

لیکن جلد ہی اس کی آواز دب گئی کیونکہ وہ انڈونیشنی لڑکی بھی اٹھ کر اس کی میز کے قریب آ گئی تھی۔ اس کی رنگت گندمی تھی اور چہرہ ملیح تھا۔ ہونٹوں پر ہلکے رنگ کی لپ اسٹک اس کی خوش سلیقگی کی دلیل تھی۔

قاسم اُسے قریب دیکھ کر یکلخت خاموش ہو گیا اور اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"کک......کافی......!" قاسم ہکلایا۔ "آؤٹ آف......آرڈر......معلوم ہوتی ہے۔"

"اوہو......تو اس پر اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" لڑکی اٹھلائی۔ "آدمی کو انسانیت کے جامے سے باہر نہ ہونا چاہئے۔"

"جج......جی......ہاں......جہاں......ٹھیک ہے۔" قاسم اس وقت صحیح الفاظ ادا کرنے سے قاصر تھا۔ وہ ہانپتا ہوا بیٹھ گیا۔ لوگ اپنی میزوں کی طرف واپس گئے لیکن لڑکی وہیں کھڑی رہی اور قاسم نے تھوک نگل کر بدقت تمام کہا۔ "تر شیف......تشریف......ررر کھئے۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپکی اصلاح کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جج......جی......ہاں اور کیا۔" قاسم نے رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ خشک کرتے ہوئے کہا۔

"آدمی اور جانور میں کیا فرق ہے۔" لڑکی نے پوچھا۔

"مم......میں سوچ کر جواب دوں گا......ابھی......ذرا ٹھہریئے۔" قاسم نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ منٹ بعد مسکرا کر بولا۔ "آدمی کے دم نہیں ہوتی......جی ہاں......اور کیا......دم ہی تو۔"

"چلئے میں آپ کو بتاؤں کہ انسانیت اور آدمیت کسے کہتے ہیں۔"

"چلو......کہاں......ہی......ہی......ہی......ضرور......ضرور۔"

''میرا ایک اصلاح خانہ ہے۔ میں آپ کو آدمی بنادوں گی۔''

قاسم خوش بھی تھا اور بدحواس بھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے بل کے دام چکائے اور اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگیا...... تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑے جارہے تھے۔ کم از کم قاسم کے لئے تو وہ ''منزل'' نامعلوم ہی تھی۔ اس نے یہ بھی پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی کہ وہ اُسے کہاں لے جارہی ہے۔

یہ سفر شاید ایک گھنٹے تک جاری رہا۔ قاسم راستے بھر پچھلی سیٹ پر پڑا آنکھیں بند کئے ہانپتا رہا تھا۔ اس لئے وہ نہ دیکھ سکا تھا کہ ٹیکسی شہر سے نکل کر ویرانے کی طرف جارہی ہے۔ ویسے اگر دیکھ بھی لیتا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑسکتا تھا۔ ٹیکسی ایک جگہ رکی اور اُسے لڑکی کی مترنم آواز سنائی دی، جو اس سے نیچے اترنے کو کہہ رہی تھی۔ وہ شہر سے یہاں تک ٹیکسی ڈرائیور کے پہلو میں بیٹھ کر آئی تھی، جیسے ہی قاسم کار سے اترا اس کی آنکھوں کے سامنے چمکدار شعلے اڑنے لگے اور وہ دوسرے ہی لمحے میں کسی تناور درخت کی طرح زمین پر ڈھیر ہوگیا...... سر پر لگنے والی ضرب اتنی ہی شدید تھی۔

کیا فریدی پاگل تھا

فریدی کی پیشانی پر سلوٹیں تھیں اور وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا...... تھوڑی دیر بعد اس نے حمید سے کہا۔

''رمیش کی حالت قابل اطمینان نہیں ہے۔''

''یعنی......!'' حمید بوکھلا گیا۔ اُسے رمیش سے بڑی محبت تھی۔

''ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ شاید اس کا ذہنی توازن ہمیشہ کے لئے بگڑ جائے۔''

''سمجھ میں نہیں آتا کہ پی سنگ نے ایسی جرأت کس طرح کی۔'' حمید نے کہا۔

''پی سنگ......!'' فریدی نے اپنا نچلا ہونٹ پھر دانتوں سے دبالیا اور کچھ دیر بعد بولا۔

''پی سنگ پر بہت عرصہ سے میری نظر تھی۔ رمیش عرصہ سے اُس کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ موجودہ کیس سے پی سنگ کا کیا تعلق ہے۔''

''موجودہ کیس سے آپ کی کیا مراد ہے؟''

''وحشی لڑکیاں۔'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور خاموش ہو گیا۔

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیس کس طرح سے ہے۔''

''کیوں......!''

''آپ کا یہی خیال ہے نا کہ یہ کوئی مرض نہیں ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسے وہ ناخن اکھاڑ وبا کوئی مرض نہیں تھی۔''

''ہاں میرا خیال یہی ہے۔''

''مگر آپ نے اس کے مقصد پر بھی غور کیا ہے۔''

''یہ بجائے خود مقصد ہے۔''

''وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ مرنے کے بعد بھی میں......!''

''وضاحت! قبل از وقت ہو گی۔ تم اسکی پرواہ نہ کرو۔ ہو سکتا ہے میں غلطی ہی پر ہوں۔''

''خیر...... جانے دیجئے! ویسے میری دانست میں اگر لڑکیوں کا یہ وحشیانہ پن بجائے خود ایک مقصد ہے تو اس میں جرم کہاں سے آئے گا اور اگر جرم ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے۔ اگر ایک لڑکی کسی دوکاندار کو چاقو مار دیتی ہے یا اگر کوئی لڑکی اپنے باپ پر چاقو لے کر دوڑتی ہے یا کلاک ٹاور پر پتھراؤ کرتی ہے تو آپ ان سارے واقعات کو ایک ہی رشتے میں کیسے منسلک کریں گے۔ ناخن اکھاڑ وباء کا شکار تو ملک کے بہت بڑے بڑے لوگ ہوتے تھے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ قوم کو بہترین قسم کے دماغوں سے محروم کر دیا جائے۔ مگر اس کیس میں!''

''ہاں ٹھیک ہے! واقعات ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انہیں ایک رشتے میں منسلک نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ صرف طالب علم لڑکیاں ہی اس وباء کا شکار ہو رہی ہیں اور لڑکیاں بھی وہ جو مالدار طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔''

''یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ مقصد کیا ہے۔''

”یہ ابھی نہیں بتا سکتا۔ خود مجھے بھی معلوم نہیں......لیکن۔“

فریدی پھر کچھ سوچنے لگا۔

حمید نے اپنے پائپ میں تمباکو بھری اور اُسے سلگاتا ہوا بولا۔ ”ویسے جہاں تک روحی کا تعلق ہے اُس سے گفتگو کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ کچھ چھپانے کی کوشش کررہی ہے اور کچھ اس انداز میں کہ ساتھ ہی ساتھ چیلنج بھی کرتی جاتی تھی کہ سرکاری سراغرساں بھی اسے نہ معلوم کرسکیں گے جو کچھ وہ چھپانے کی کوشش کررہی ہے۔“

”لیکن تم اُسے یاد رکھنا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”وہ لڑکی ہماری معلومات کا ذریعہ ضرور بنے گی۔“

”یعنی آپ کو توقع ہے کہ وہ خود ہی سب کچھ اُگل دے گی۔ برضا و رغبت۔“

”نہیں بلکہ وہ ہمیں شکست دینے کے خبط میں مبتلا ہوکر یقینی طور پر حماقتیں کرے گی۔“

”یہ ستاروں کی چال کے مطابق پیشین گوئی ہے یا آپ کی جمالیاتی حس۔“

”تم مجھ پر طنز کررہے ہو۔“ فریدی مسکرایا۔

”نہیں میں نہایت شرافت سے گفتگو کررہا ہوں۔ ویسے میں آپ کو مطلع کردوں کہ قاسم اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی فکر میں ہے۔“

” بکواس مت کرو۔ یہ پیشین گوئی محض اس کی افتادِ طبع کی بناء پر تھی۔“

”خیر!“ حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ”اب میں ہارڈی سے ملنے جارہا ہوں۔“

”جاؤ......!“ فریدی بولا۔ ”مگر میرا دل نہیں چاہتا کہ ہارڈی پر اعتماد کرلوں۔“

”پی سنگ سے اُس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”مجھے اس کا علم ہے۔ ہارڈی سمجھتا ہے کہ بندرگاہ کے علاقہ پر خود چھایا ہوا ہے، اور پی سنگ! وہ تو وہاں کا بے تاج بادشاہ سمجھا ہی جاتا رہا ہے حالانکہ دونوں میں آج تک کھلم کھلا ٹکراؤ نہیں ہوا، مگر اندرونی حالات سے میں بے خبر نہیں ہوں۔“

”تمہاری مرضی......ویسے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔“

”تو آپ بھی چلئے نا۔“

''میں بے بس تو نہیں ہوں کہ ہارڈی جیسے چھچھورے آدمیوں سے مدد طلب کروں۔''

''طاقت[1] والے کیس میں کیا ہوا تھا۔'' حمید کا لہجہ پھر طنزیہ ہو گیا۔

''میرے گھونسوں نے اُس سے حقیقت اُگلوائی تھی...... اب تم جا سکتے ہو۔ میرا دماغ نہ چاٹو لیکن گاڑی نہ لے جانا۔''

''ہائیں...... پیدل!''

''جاؤ...... میرا وقت نہ برباد کرو۔''

حمید لباس تبدیل کر کے باہر آیا۔ کچھ دور پیدل چلنے کے بعد ایک ٹیکسی لی اور کسٹم کراسنگ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہارڈی کے معاملے میں اس نے فریدی کو مطمئن کرنے کی کوشش ضرور کی تھی۔ مگر اب خود بھی مطمئن نہیں تھا۔ فریدی کے اندازے بہت کم غلط ثابت ہوا کرتے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں ہارڈی سچ مچ نہ دھوکا دے جائے مگر اب تو چل ہی پڑا تھا۔ واپسی بڑی مضحکہ خیز ہوتی۔ فریدی اس پر ضرور پھبتیاں کستا۔ اس نے سوچا کہ وہ کارپینٹر کے قمار خانے میں قدم بھی نہ رکھے گا۔ اس طرح ہارڈی کا بھی امتحان ہو جائے گا۔''

کسٹم کراسنگ پر ہارڈی اس کا منتظر تھا۔

''کیا آپ تنہا ہیں۔'' اس نے حمید سے پوچھا۔

''نہیں تم بھی تو ہو میرے ساتھ......!'' حمید اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

''تب پھر میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ کارپینٹر کے قمار خانے میں قدم بھی رکھیں۔ وہ بہت بُری جگہ ہے۔ آپ کو اس کا علم ہے کہ وہاں غیر قانونی طور پر جوا ہوتا ہے لیکن کیا ایک بار بھی پولیس کا چھاپہ کامیاب ہو سکا ہے؟''

''ٹھیک ہے! ابھی تک ہم اُسے قمار خانہ نہیں ثابت کر سکے۔'' حمید بولا۔

''پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ آپ وہاں تنہا جائیں۔''

''میں بھیڑ بھاڑ بالکل نہیں پسند کرتا۔'' حمید نے جواب دیا۔

---

[1] ''شعلوں کا ناچ'' جلد نمبر 16 ملاحظہ فرمائیے۔

''میں کب کہتا ہوں کہ آپ اپنے ساتھ دس پانچ آدمی اندر لے جائیے۔ وہاں تو بس ہم دو ہی جائیں گے۔''

''پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''کم از کم دس آدمیوں کو باہر موجود رہنا چاہیے جو ضرورت پڑنے پر اندر بلائے جاسکیں۔''

''لیکن اس وقت ایسے آدمیوں کا مہیا ہونا ممکن نہیں ہے۔ ویسے غالباً تمہاری مراد سادہ لباس والوں سے ہے۔''

''جی ہاں! میں یہی چاہتا ہوں۔ کم از کم دس سادہ لباس والے۔''

''بہت مشکل ہے......آؤ تم ڈرتے کیوں ہو۔''

''میں ڈرتا نہیں ہوں۔'' ہارڈی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''میں نے تو آپ ہی کے بھلے کے لئے کہا تھا۔ رہ گیا میرا معاملہ تو وہ خود کارپینٹر کا قمار خانہ ہو خواہ محکمہ سراغرسانی کا دفتر۔ میں ہر جگہ اپنی ہی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہوں۔''

''چلو بیٹھو......!'' حمید نے اُسے ٹیکسی میں دھکیلتے ہوئے کہا۔ ''مجھے بھی سب جانتے ہیں۔ خواہ وہ کارپینٹر کا قمار خانہ ہو خواہ کسی درزی کی دوکان۔''

''آپ کی مرضی۔'' ہارڈی ٹیکسی میں بیٹھتا ہوا بڑبڑایا اور ٹیکسی پھر چل پڑی۔ حمید ہارڈی کے پاس ہی پچھلی سیٹ پر موجود تھا۔

''سارجنٹ رمیش والے معاملے کے متعلق کرنل صاحب کا کیا خیال ہے۔'' ہارڈی نے پوچھا۔

''پتہ نہیں! شام سے اب تک میری اور ان کی ملاقات نہیں ہوسکی۔ رمیش کی حالت بہت نازک ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ہوش میں آنے کے بعد وہ پاگل ہو جائے گا۔''

''یعنی واقعی ...... پی سنگ کی شامت آ گئی ہے۔'' ہارڈی اس طرح بڑبڑایا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

کارپینٹر کے قمار خانے سے تھوڑے فاصلے پر انہوں نے ٹیکسی چھوڑ دی اور پیدل ہی آگے بڑھے۔ دفعتاً ہارڈی نے رک کر کہا۔ ''ہم گویا موت کے منہ میں کودنے جا رہے ہیں۔ میں ایک بار پھر آپ کو باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔ اگر پی سنگ وہاں موجود ہو تو وہاں سے

باہر نکلنا مشکل ہو جائے گا۔''

''ہاں! ایک بات میں مان سکتا ہوں کہ قمار خانے والے میری صورت دیکھتے ہی بھڑک جائیں گے۔''

''یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔'' ہارڈی بولا۔

''اچھا تو پھر ایک دوسری صورت بھی ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''اس طرح شاید میں کسی قسم کے خطرے میں پڑے بغیر ہی کامیاب ہو جاؤں۔''

''وہ کیا......؟''

''صرف تم اندر جاؤ......اگر پی سنگ موجود ہو تو مجھے مطلع کر دینا۔ پھر اس کے فرشتے بھی وہاں سے نہ نکل سکیں گے۔''

''اب آپ آئے ہیں قرینے پر۔'' یہی میں بھی چاہتا ہوں۔ اچھا آپ چجن بار میں میرا انتظار کیجیے۔ میں نے اپنی طرف سے یہ تجویز پیش کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا کہ کہیں آپ کو میری نیت میں فتور نہ نظر آنے لگے۔

''ارے......واہ......!'' حمید ہنسنے لگا۔ ''اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو یہاں تک آتا ہی کیوں اور اگر آتا بھی تو تنہا کبھی نہ آتا۔''

ہارڈی اسے وہیں چھوڑ کر ایک نیم روشن گلی میں گھس گیا اور حمید ٹہلتا ہوا چجن بار کی طرف چلا جو یہاں سے صرف دو سو قدم کے فاصلے پر تھا۔

لیکن وہ ابھی اس کے دروازے کے قریب بھی نہیں پہنچا تھا کہ ایک آدمی بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا اس کے قریب سے نکلا اور کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر فٹ پاتھ پر گر پڑا۔

''ارے......!'' حمید کے منہ سے بیساختہ نکلا۔ یہ گرنے والا ہارڈی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ حمید جھپٹ کر اُسے اٹھانے لگا۔

''اوہ......کیپٹن!'' ہارڈی بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ ''وہ نکلا جا رہا ہے۔ وہ اُدھر۔'' اُس نے بڑی تیزی سے مڑ کر مخالف سمت میں اشارہ کیا۔ سڑک سنسان تھی اور تھوڑے ہی فاصلے پر صرف ایک چلتی ہوئی کار کا عقبی حصہ دکھائی دے رہا تھا۔

پھر وہ اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا متاسفانہ لہجے میں بولا۔ ''کیا کریں......وہ نکل جائے گا کوئی ٹیکسی بھی نہیں ہے۔''

پھر دفعتاً وہ سڑک کے دوسرے کنارے کی طرف دوڑنے لگا۔ حمید نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ دوسری طرف فٹ پاتھ سے لگی ہوئی ایک موٹر سائیکل کھڑی تھی۔

ہارڈی نے اُسے بڑی پھرتی سے اسٹارٹ کیا اور کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''بیٹھ جائیے۔''

''پتہ نہیں کس کی ہو۔'' حمید بڑبڑایا۔

''قانون آپ کا ساتھ دے گا کیونکہ آپ ایک مجرم کا تعاقب کر رہے ہیں..... چلئے۔''

حمید کیریئر پر بیٹھ گیا اور دوسرے ہی لمحے میں موٹر سائیکل ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

''واہ رے مقدر......!'' ہارڈی ہنس کر بولا۔ ''موٹر سائیکل بھی واٹر کول انجن کی ہے۔ بالکل بے آواز۔''

اگلی کار شہر سے ویرانے کی طرف جا رہی تھی۔ شہر سے نکلتے ہی ہارڈی نے موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ بجھا دی۔

''یار کہیں ایکسیڈنٹ نہ کر بیٹھنا۔'' حمید بڑبڑایا۔

''میں اناڑی نہیں ہوں کپتان صاحب!''

حمید دل ہی دل میں اس کی پھرتی اور مستعدی کی تعریف کر رہا تھا۔ اگلی کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس میں اور موٹر سائیکل کے درمیان دو فرلانگ کا فاصلہ ضرور رہا ہوگا۔ اچانک ایک جگہ کار رک گئی اور ادھر ہارڈی نے بھی بریک پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ موٹر سائیکل کی رفتار کم ہوگئی۔

''ہوشیار......!'' ہارڈی نے تیز قسم کی سرگوشی کی۔ حمید نے پیر نیچے لٹکا دیئے۔ موٹر سائیکل رک گئی۔ وہ اب بھی کار سے کچھ فاصلے پر تھی۔

حمید کیریئر سے اُتر ہی رہا تھا کہ اچانک اُسے گھٹن کا احساس ہوا۔ کوئی چیز تیزی سے اس پر گری تھی اور پھر اُسے ہاتھ پیر ہلانے کا موقع نہ مل سکا۔ وہ سر سے پیر تک ایک کمبل میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے یکلخت اپنے پورے جسم کا زور صرف کر کے اس وبال سے نکلنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ وہ لوگ تعداد میں پانچ تھے اور پانچوں نے کیکڑوں کی طرح اپنے بازو

اُس کے گرد جمادیئے تھے۔حمید نے ہارڈی کے قہقہے کی آواز سنی جس میں کسی درندے کی سی غراہٹ بھی شامل تھی۔

پھر اُس کے پیر زمین سے خود بخود اٹھ گئے۔حمید نے ایک بار پھر رہائی کے لئے جدوجہد کی لیکن بے سود۔کمبل میں اس کا دم گھٹ رہا تھا

لیکن جب وہ لوگ اسے اٹھا کر چلنے لگے تو اس کے چہرے پر ہلکی سی ٹھنڈی ہوا لگی جس کی بناء پر اوسان بجا رکھنے میں مدد مل گئی۔

پھر ایک جگہ اُسے زمین پر پٹخ دیا گیا۔حمید نے بے تحاشہ جست لگائی اور کمبل سے نکل گیا۔ساتھ ہی اُسے کئی تمسخر آمیز قہقہے سنائی دیئے لیکن اسے حسرت نکالنے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ اس کی طرف پانچ ریوالور کی نالیں اٹھی ہوئی تھیں۔ہارڈی نے بڑھ کر اس کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

یہ کچی دیواروں کا ایک وسیع کمرہ تھا اور یہاں آٹھ آدمی تھے۔پانچ وہ جن کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ چھٹا ہارڈی ساتواں پی سنگ جس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کررہی تھی۔سب سے زیادہ حیرت حمید کو آٹھویں آدمی پر ہوئی۔ یہ آٹھواں آدمی قاسم تھا جسے ایک کرسی میں بٹھا کر رسیوں سے جکڑ دیا گیا تھا۔اس کے چہرے پر خون نظر آرہا تھا اور قمیض بھی سینے تک خون میں بھیگی ہوئی تھی۔لیکن وہ بیہوش نہیں تھا۔تیل سے جلنے والے لیمپ کی روشنی میں اس کا چہرہ بڑا ڈراؤنا معلوم ہو رہا تھا۔

''حمید صاحب۔'' ہارڈی نے مسکرا کر کہا۔''یہ جگہ بڑی پر فضا ہے۔تھوڑی ہی دور پر ایک تالاب ہے جہاں مولسری کے کئی درخت ہیں۔وہیں میں نے آپکی قبر کیلئے جگہ منتخب کرلی ہے۔''

''نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔''میں پہلے طوائفوں کے محلے میں اپنے لئے زمین الاٹ کراچکا ہوں۔''

''ذرا ہی سی دیر میں ساری زبانی طراریاں دھری رہ جائیں گی کپتان صاحب۔''

''خبردار حمید بھائی۔'' دفعتاً قاسم دھاڑا۔''ان حرامزادوں کو وہ بات ہرگز نہ بتانا۔''

حمید سمجھ گیا کہ وہ اُس سے کچھ پوچھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں مگر قاسم کو کس بات کا علم

تھا؟ حمید سوچنے لگا۔ مگر پھر حقیقت اس پر روشن ہوگئی......موٹی عقل والے بھی اپنی زندگی خطرے میں دیکھ کر حیرت انگیز طور پر عقلمند ہو جاتے ہیں۔ قاسم نے شاید اسی میں اپنی بہتری سمجھی تھی کہ خواہ مخواہ جھوٹ بولتا رہے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس نے اُن سے یہی کہا ہو کہ وہ کوئی اہم بات جانتا ہے۔ مگر بتائے گا نہیں کیونکہ ایسی صورت میں عموماً خاموشی ہی پر زندگی کا انحصار ہوا کرتا ہے۔"

"بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کرو تو بہتر ہے۔" پی سنگ نے ہارڈی سے کہا۔

"مجھے تمہارے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" ہارڈی خشک لہجے میں بولا۔ "میں نے تو یہ سب کچھ اپنی روح کی تسکین کے لئے کیا ہے۔ ان میں سے اگر ایک کو بھی میں جان سے مار سکا تو سمجھوں گا کہ میری زندگی فضول نہیں ضائع ہوئی۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو احسان فراموش کتے!" حمید گرجا۔

"ہاں میں کہہ رہا ہوں۔ تمہیں ایسی اذیتیں دے کر ہلاک کروں گا کہ......!"

"کیپٹن حمید!" پی سنگ کی آواز ہارڈی کی آواز پر حاوی ہوگئی اور ہارڈی اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔ وہ خاموش ہو گیا لیکن نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے دوسری طرف دیکھتا رہا۔

"کیپٹن حمید!" پی سنگ بولا۔ "تم لوگ کس چکر میں ہو۔"

"میں تو مس جوزف کے چکر میں ہوں۔ دوسروں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"شاباش حمید بھائی۔" قاسم نے قہقہہ لگایا۔ "ڈرنا مت۔"

قاسم نے یہ قہقہہ زبردستی لگایا تھا۔ حمید نے اسے محسوس کرلیا۔

"یہ کبھی نہیں بتائیں گے۔" دفعتاً پی سنگ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اسے بھی باندھ دو اور انگیٹھی میں کوئلے دہکاؤ۔"

"آہا......اب تم نے کام کی بات کی ہے۔" ہارڈی بیساختہ ہنس پڑا۔ "یہ خدمت مجھے سونپ دو۔ میں اس کے جسم کی ساری چربی نکال لوں گا۔"

حمید کو بھی ایک کرسی میں گرا کر ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑ دیئے گئے۔ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکیں لیکن یہ محال تھا کیونکہ بیک وقت چھ آدمی اُس سے لپٹ پڑے تھے اور پی سنگ نے ریوالور سنبھال لیا تھا۔ آخر کار انہوں نے حمید کو بے بس کر کے

باندھ ہی لیا۔

''ابے تم لوگ بالکل عورت ہو۔'' قاسم بڑبڑایا۔ ''صرف میرا ایک ہاتھ کھول دو پھر میں تمہیں تماشا دکھاؤں۔''

''تمہاری یہ حسرت بھی پوری کردی جائے گی۔'' ہارڈی مسکرا کر بولا۔ ''مگر سب سے پہلے تماشا پیش کرنے کا فخر ہم حاصل کریں گے۔''

ایک آدمی باہر چلا گیا۔ غالباً وہ انگیٹھی میں کوئلے دہکانے کے لئے گیا تھا۔ ہارڈی پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک سناٹے میں ایک نسوانی چیخ گونجی ''بچاؤ...... بچاؤ۔''

''یہ کون ہے؟'' پی سنگ نے ہارڈی سے پوچھا جو دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''پتہ نہیں۔'' ہارڈی نے رک کر کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر پی سنگ کی طرف مڑے بغیر بولا۔ ''کیا یہاں کوئی عورت بھی تھی۔''

''تھی۔'' پی سنگ نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔ ''مگر اب نہیں ہوسکتی۔ میں نے اُسے واپس جانے کی تاکید کردی تھی...... اور!''

چیخ پھر سنائی دی لیکن اس بار ایسا معلوم ہوا تھا جیسے یہ آواز دور سے آئی ہو۔ یقینی طور پر پہلی چیخ کی آواز اتنی دور سے نہیں آئی تھی۔

''جاؤ دیکھو......!'' پی سنگ نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

چاروں آدمی باہر نکل گئے۔ ہارڈی نے بھی جانا چاہا لیکن پی سنگ بول پڑا۔

''تم یہیں ٹھہرو گے۔'' اس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

''کیوں......؟'' ہارڈی غرا کر پلٹا۔ شاید اسے اس کا لہجہ ناگوار گزرا تھا۔

''تم میرے ساتھ ہی باہر نکلو گے۔''

''تم ہوش میں ہو یا نہیں...... کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں۔''

''نہیں تم تو میری محبوبہ کے نوکر کے باپ ہو۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ''ویسے پی سنگ تم بڑے کمینے معلوم ہوتے ہو۔ ہارڈی نے تمہارے لئے کتنی محنت کی ہے، اگر میں ہارڈی کی جگہ ہوتا تو مار مار کر تمہارا بھرکس نکال دیتا۔''

''شٹ اپ......!'' پی سنگ چیخا۔

''سچی بات کڑوی لگتی ہے۔ ہارڈی تم سے کمزور نہیں ہے۔'' حمید بولا۔

اس وقت پی سنگ کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔ اُسے وہ پہلے ہی جیب میں ڈال چکا تھا۔ دفعتاً ہارڈی نے پی سنگ پر چھلانگ لگادی لیکن پی سنگ کی بجائے وہ دیوار سے جاٹکرایا۔ پی سنگ دور کھڑا جیب سے ریوالور نکال رہا تھا۔

''تم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرو گے۔'' اس نے آہستہ سے کہا اور ہارڈی جہاں تھا وہیں تھم گیا۔

''پی سنگ......ریوالور زمین پر ڈال دو۔'' دروازے سے فریدی کی آواز آئی۔

پی سنگ کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

پی سنگ نے چپ چاپ ریوالور زمین پر ڈال دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اڑ کر کھڑکی سے گذر گیا ہو۔ ساتھ ہی ایک فائر بھی ہوا لیکن حمید کی دانست میں فریدی نے کارتوس ہی برباد کیا تھا۔ پی سنگ کے مقابلے میں وہ اس وقت کم پھرتیلا ثابت ہوا تھا۔

حوالات میں حُسن

''آہا...... ہارڈی! تم اس کی نقل کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے۔'' فریدی نے کہا۔ وہ تو فی الحال گیا۔ ایسا احمق نہیں ہے کہ دوبارہ پلٹ کر خود کو خطرے میں ڈالے۔

''نہیں کرنل۔'' ہارڈی جواباً مسکرایا۔ ''مجھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے، میری نیت صاف تھی۔''

''ذرا اس کی بھی وضاحت کردو۔''

''میں جانتا تھا کہ آپ آئیں گے۔ اگر میں ڈرامہ نہ کھیلتا تو پی سنگ کا پھنسنا محال تھا لیکن آپ کی جلد بازی نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔''

''اوہو! تو گویا تم نے مصلحتاً یہ سب کچھ کیا تھا۔''

''جی ہاں! اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا۔ اگر میں کپتان صاحب کو پہلے ہی سب کچھ

بتا دیتا تو میں اتنی سچی اداکاری کبھی نہ کر سکتا۔“

”ان دونوں کو کھول دو۔“ فریدی نے قاسم اور حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں کھول دوں گا۔“ ہارڈی نے کہا۔ ”لیکن آپ پی سنگ کو دیکھئے۔ اگر اُسے موقع مل گیا تو ہمارا یہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔“

”میں تمہارے مشورے کا محتاج نہیں ہوں۔“ فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ ”جو میں کہہ رہا ہوں کرو۔“

”شاید آپ میری طرف سے بدگمان ہیں۔“

”ہارڈی!“ فریدی غرایا۔

ہارڈی چپ چاپ آگے بڑھا اور حمید کو کھولنے لگا۔ وہ کنکھیوں سے فریدی کی طرف بھی دیکھتا جا رہا تھا لیکن فریدی خاموش کھڑا رہا البتہ ریوالور کا رخ اب بھی ہارڈی ہی کی طرف تھا۔

حمید نے چھوٹتے ہی ہارڈی پر حملہ کر دیا۔

”خبردار...... نہیں۔“ فریدی نے سخت لہجے میں کہا اور حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

ہارڈی کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ وہ فریدی جیسے آدمی کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ اچانک باہر قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پی سنگ کے پانچوں آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ لیکن جیسے ہی اُنکی نظر فریدی پر پڑی انہوں نے دروازے کی طرف پلٹنا چاہا۔

”ٹھہرو......!“ فریدی نے انہیں للکارا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“

وہ سب جہاں تھے وہیں رک گئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ بھی اٹھا دیئے۔ کیونکہ وہ اس وقت خالی ہاتھ تھے۔

”تم لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہو گے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”میری عادتوں سے بھی واقف ہو گے۔ نہ واقف ہو تو سنو! میری ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی بعض اوقات رکنا نہیں جانتی۔“

وہ کچھ نہیں بولے۔ چپ چاپ ہاتھ اٹھائے کھڑے رہے۔ اتنی دیر میں حمید قاسم کو بھی کھول چکا تھا اور قاسم ان پانچوں کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔

''فریدی صاحب! کیا میں ان سالوں کو سنبھال لوں۔'' قاسم نے پوچھا۔

''نہیں......!'' فریدی نے جواب دیا۔ پھر حمید سے بولا۔ ''انکی جیبوں سے ریوالور نکال لو۔''

حمید نے بڑی تیزی سے ان کی جامہ تلاشی لے کر پانچ ریوالور برآمد کر لئے پھر وہ فریدی کا اشارہ پا کر ہارڈی کو بھی ٹٹولنے لگا لیکن اُس کے پاس سے ایک بڑے چاقو کے علاوہ اور کچھ نہ نکلا۔ اب فریدی نے ان پانچوں کو مخاطب کر کے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

''ہارڈی کو مارو۔''

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔'' ہارڈی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

''دوسری صورت میں تم ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاؤ گے ہارڈی۔ فریدی حفاظت خود اختیاری کے سلسلے میں ایک نہیں دس آدمیوں کو جان سے مار سکتا ہے اور میں تم لوگوں کو بھی کہتا ہوں کہ میرے حکم کے خلاف تمہارا ایک قدم بھی تمہیں موت ہی کی طرف لے جائے گا۔ چلو مارو...... ہارڈی کو۔ نہیں قاسم! تم صرف دیکھو گے۔ پیچھے ہٹو۔''

قاسم بُرا سا منہ بنائے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

وہ لوگ ہارڈی ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لیکن انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس پر ہاتھ اٹھانے کی بھی جرأت کر سکیں گے۔

''اچھا تو پھر تم ہی ان لوگوں کو مارو۔'' فریدی بولا لیکن اس کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

''آخر آپ کی منشاء کیا ہے۔''

''کیا تم ابھی تک نہیں سمجھ سکے۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''حالانکہ میں عام فہم زبان میں گفتگو کر رہا ہوں۔ خیر چلو تمہاری خاطر ایک بار پھر دہرا دوں۔ کم سے کم الفاظ میں۔ مطلب یہ ہے کہ یا تو تم ان لوگوں کے ہاتھوں پٹو یا انہیں پیٹو۔''

''میں پیٹ دوں سب سالوں کو۔'' قاسم نے لجاجت آمیز لہجے میں پوچھا۔

''نہیں! میں نہیں چاہتا کہ ہارڈی جیسے ذلیل احسان فراموش کتے کو کوئی شریف آدمی ہاتھ بھی لگائے۔''

اُس نے ان پانچوں آدمیوں کو پھر ٹوکا اور ساتھ ہی اُس کے ریوالور سے ایک شعلہ بھی نکلا۔ اُن میں سے ایک کی فلٹ ہیٹ اڑ گئی اور وہ بدحواسی میں اچھل کر ہارڈی پر جا پڑا۔ ہارڈی نے اُسے فریدی کی طرف دھکیل دیا۔ فریدی سو نہیں رہا تھا۔ اُس نے پیچھے ہٹ کر ایک لات اُسے رسید کر دی اور وہ پھر ہارڈی ہی پر جا گرا۔ لیکن اس بار اُس نے ہارڈی کی گردن پکڑ لی اور ہارڈی نے اس کے جبڑے پر دو تین مکے رسید کر دیئے بس پھر کیا تھا۔ جنگ شروع ہوگئی۔ وہ چاروں بھی ہارڈی پر پل پڑے۔

حمید فریدی کی اس حرکت کو بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک بالکل ہی انوکھا خیال تھا یعنی فریدی ہارڈی کو ان لوگوں سے پٹوا رہا تھا جن کی اس نے مدد کی تھی۔ ہارڈی کے لئے اس سے زیادہ تلخ تجربہ اور کیا ہوتا۔ وہ غصے سے آگ ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اُس کا لباس تار تار ہوگیا۔ ویسے وہ کسی وحشی درندے کی طرح اُن لوگوں سے نپٹ رہا تھا۔ اُن لوگوں کے انداز سے بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے ختم ہی کر کے دم لیں گے۔ اُن کے چہرے لہولہان تھے ور جسم کے دوسرے حصوں پر بھی چوٹیں آئی تھیں۔

ہارڈی، ہارڈی ہی تھا۔ پانچ کیا اگر دس بھی ہوتے تو وہ خود پر انہیں قابو نہ پانے دیتا۔

''آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہیگا۔'' حمید نے فریدی کے قریب آ کر آہستہ سے پوچھا۔

''پرواہ مت کرو۔ کیا یہ کھیل دلچسپ نہیں ہے۔''

حمید خاموش ہوگیا۔ ہارڈی اب تک دو آدمیوں کو گرا چکا تھا اور وہ بیہوش پڑے تھے پھر یسرے کا اضافہ ہوگیا اور باقی بچے ہوئے آدمی ہارڈی کر گرا دینے کے لئے اپنی رہی سہی لاقت صرف کرنے لگے۔

باہر تاریکی اور سناٹے کی حکمرانی تھی اور یہاں اس کمرے میں موت و حیات کی کشمکش باری تھی۔ ایک بار ان دونوں نے ہارڈی کو گرا ہی لیا لیکن شاید اب ان میں اتنی سکت ہی نہیں ہ گئی تھی کہ اپنے پیروں پر کھڑے رہ سکتے۔ ہارڈی کے ساتھ ہی وہ دونوں بھی اُسی پر ڈھیر و گئے۔ تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ بُری طرح ہانپ رہے تھے لیکن پورے جسم میں سرف آنکھیں ہی حرکت کر رہی تھیں۔ بڑا عجیب منظر تھا۔ پتہ نہیں وہ خود اس وقت ذہنی حالت

کے کس اسٹیج سے گزر رہے تھے۔ حمید کو تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ تین بے بس پرندے ہوں جن کے سارے پر کسی شریر بچے نے نوچ کر سسکنے کے لئے چھوڑ دیا ہو۔

اُس نے فریدی کی طرف دیکھا اور کانپ کر رہ گیا۔ اُسے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک نظر آ رہی تھی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جو عموماً شریر ہی بچوں کے ہونٹوں پر نظر آتی ہے۔

''آؤ! واپس چلیں۔'' فریدی نے حمید اور قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اور...... یہ!'' حمید نے زخمیوں کی طرف اشارہ کیا۔

''انہیں یہیں مرنے دو۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

قاسم اور حمید بھی باہر آئے۔ حمید نے مڑ کر اُس عمارت کی طرف دیکھا۔ یہ مٹی سے بنی تھی۔ اندھیرے میں بھی اس کا بیڈھنگا پن محسوس کیا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف درختوں اور جھاڑیوں کے سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔

وہ دونوں خاموشی سے فریدی کے پیچھے چلتے رہے۔ ایک جگہ رک کر فریدی نے ٹارچ روشن کی اور پھر چلنے لگا۔ جھاڑیوں میں فریدی کی چھوٹی سی آسٹن کار موجود تھی۔

''اُسے سڑک پر لے چلو۔'' اس نے حمید سے کہا۔ ''آگے چل کر جہاں جھاڑیوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے داہنی طرف مڑ جانا۔''

''یہاں کسی عورت کی چیخیں......!''

''ہاں! چلو اپنا کام کرو۔ وہ میری روح چیخ رہی تھی تمہارے لئے۔''

حمید کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرنے لگا اور فریدی نے قاسم سے پوچھا۔ ''تم کہاں آ پھنسے تھے۔''

''جی ہاں...... وہ...... بس پھنس گیا۔''

''کوئی لڑکی۔'' فریدی نے پوچھا۔

''لل...... ہی...... ہی...... نن نہیں تو......!''

''تم دونوں کسی دن لڑکیوں ہی کے چکر میں ختم کر دیئے جاؤ گے۔''

قاسم کچھ نہ بولا۔ فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر وہ سڑک کی طرف چلنے لگا۔ قاسم کھانستا کھنکارتا ہوا اُس کے ساتھ چل رہا تھا۔ کئی بار جھاڑیوں سے الجھ کر گرتے گرتے بچا۔ حمید کار سمیت سڑک پر اُن کا منتظر تھا۔

''تم ہی کار ڈرائیو کرو گے۔'' فریدی نے اس سے کہا۔ پھر قاسم سے بلند آواز میں بولا۔ ''تم بھی آگے ہی بیٹھو۔ میں پچھلی سیٹ پر تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔''

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ قاسم پہلے ہی حمید کے برابر بیٹھ چکا تھا۔ کار چل پڑی۔ حمید کا ذہن بُری طرح الجھا ہوا تھا۔ اس کی دانست میں ابھی تک فریدی کی ساری حرکتیں ہوشمندی کے منافی رہی تھیں۔ ان لوگوں کو اس طرح آپس میں لڑانا۔ پھر انہیں اُس حال میں وہیں چھوڑ کر چلے آنا۔ اس قسم کی حرکتیں کسی ہوشمند آدمی سے نہیں سرزد ہوسکتیں۔ آخر فریدی کیا کرنا چاہتا ہے۔ حمید سوچتا رہا لیکن فریدی سے پوچھنے کی زحمت نہیں گوارا کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فریدی کچھ نہ بتائے گا۔ پھر وہ قاسم سے پوچھنے لگا کہ وہ وہاں کیسے پہنچ گیا تھا۔ قاسم نے بڑی مشکل سے پورا واقعہ دہرایا۔ وہ دراصل اس موضوع ہی کو ٹال جانا چاہتا تھا۔

''تم کسی دن لڑکیوں کے چکر میں اپنی موٹی سی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔'' حمید بولا۔

''یہی فریدی صاحب نے بھی کہا تھا۔'' قاسم نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اب مجھے ڈر معلوم ہو رہا ہے..... مگر میں بالکل چغد ہو جاتا ہوں۔''

''چغد نہیں بھینس۔ چغد تو ایک چھوٹے سے پرندے کو کہتے ہیں۔''

''تم خود بھینس۔!'' قاسم جھنجھلا گیا۔ ''ہاں نہیں تو۔''

پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کار جنگل کے سناٹے میں دوڑتی رہی۔ حمید کا ذہن پھر کچھ دیر قبل پیش آئے ہوئے واقعات میں الجھ گیا۔ پی سنگ اور ہارڈی کا باہمی تعاون اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جب کہ دونوں آپس ہی میں لڑ مرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ آخر پی سنگ کو پریشانی کیوں تھی؟ وہ کیوں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ فریدی نے اس کے پیچھے اپنے آدمی کس مقصد سے لگا رکھے ہیں..... پھر وہ لڑکیوں کے اس عجیب و غریب مرض کے متعلق سوچنے لگا۔ کیا فریدی کی دانست میں اس کا پی سنگ سے بھی کوئی تعلق ہے؟ مگر کیا؟ اگر

کچھ لڑکیاں پاگل ہوکر دوسروں کو مار بیٹھتی ہیں تو اس سے پی سنگ یا کسی دوسرے آدمی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"میرا گھر راستے ہی میں پڑتا ہے حمید بھائی۔" دفعتاً قاسم بڑبڑایا۔

"پھٹا ہوا سر لے کر گھر جاؤ گے۔ اگر بیوی پوچھ بیٹھی تو۔"

"لعنت ہے سالی پر...... اسی کی بدولت تو......!" قاسم جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

"جھک مارتے ہو۔ میں یقین نہیں کرسکتا۔" حمید نے کہا۔ "تم جھوٹے ہو۔"

"تمہاری کون لگتی ہے...... کیوں؟" قاسم جھنجھلا گیا۔

"خواہ مخواہ بیچاری کو بدنام کرتے پھرتے ہو۔"

"اچھا بس خاموش رہو، ورنہ مجھے غصہ آجائے گا۔ تم کیا جانو اُسے۔ ابھی پرسوں ہی اپنی خالہ سے کہہ رہی تھی کہ میں بالکل گدھا ہوں۔ میں نے چھپ کر سنا تھا۔ پھر مجھے غصہ آ گیا۔ میں دھڑ دھڑاتا ہوا کمرے میں چلا گیا اور کہا کہ وہ ثابت کرے۔ کیا کرتی بیچاری اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ میں نے ڈانٹ پلائی تو کہنے لگی میں چوچا جان کو بھون کردوں گی۔"

بیوی کے لہجے کی نقل اتارنے کے سلسلے میں قاسم بڑی دیر تک چلکتا رہا۔

"تو وہ تمہیں گدھا ثابت نہیں کرسکی۔" حمید نے پوچھا۔

"اس کا باپ بھی نہیں کرسکتا۔"

"اس کا باپ تمہارا چچا ہے۔"

"ہوگا سالا! تم طرفداری نہ کیا کرو اُن لوگوں کی سمجھے!" قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر دردناک آواز میں بولا۔ "تم نہیں سمجھ سکتے کہ میں کس طرح اپنی زندگی گزار رہا ہوں۔ تم کبھی نہ سمجھو گے۔ اگر معمے حل کرنے کی عادت نہ ہوتی تو میں کبھی کا مر گیا ہوتا۔ اُسی میں اپنا دماغ الجھائے رکھتا ہوں۔ پچھلی بار میرا پہلا انعام آ گیا ہوتا مگر سالے نے لنگور کی بجائے انگور دے دیا۔ اچھا یہ بتاؤ اگر عورت بیوی یا بیوہ ہو جائے تو اسے پڑوسن کے شوہر سے بچ کر رہنا چاہئے۔ بولو...... بیوی ہوگا یا بیوہ۔"

"مجھے معموں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" حمید نے بیزاری سے کہا۔

''اچھا یہ بتادو...... سمندر یا مچھندر کے سینے سب رازوں کا پالینا بہت مشکل ہے۔ سمندر ہوگا یا مچھندر...... اوپر سے نیچے سرپٹ یا مرگھٹ بنتا ہے۔''

''مت بکواس کرو۔''

''اچھا فریدی صاحب...... آپ بتادیجئے۔'' قاسم پچھلی سیٹ کی طرف مڑا۔

''ہائیں......!'' وہ ہاتھ بڑھا کر پچھلی سیٹ کو ٹٹولتا ہوا بولا۔ ''ارے باپ رے۔''

''کیا ہوا......؟'' حمید نے مڑے بغیر پوچھا۔

''فف...... ری...... دی...... صص...... صاحب۔''

دوسرے ہی لمحے میں حمید نے رفتار کم کر کے کار روک دی۔ قاسم کا لہجہ نہ جانے کیا کہہ رہا تھا۔ پچھلی سیٹ خالی تھی۔ حمید نے اندر روشنی کردی اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

''کوئی اٹھا لے گیا۔'' قاسم نے پوچھا۔ ''وہ تو سو رہے تھے۔''

حمید کچھ نہیں بولا۔ تھوڑی دیر تک بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا پھر کار اسٹارٹ کردی۔

''ہائیں...... تلاش نہیں کرو گے۔'' قاسم نے کہا۔

''بیٹھے رہو، چپ چاپ۔'' حمید جھنجھلا گیا۔ قاسم خاموش ہوگیا۔ اُس کے سر میں تکلیف تھی اس لئے یوں بھی اب وہ خاموش ہی رہنا چاہتا تھا۔ ابھی تک زخم کھلا ہوا تھا۔ حمید نے قاسم کو آرلکچو کے پھاٹک پر چھوڑ کر گھر کی راہ لی۔ قاسم پہلے تو گھر ہی جانا چاہتا تھا لیکن پھر اُسے یاد آ گیا تھا کہ اس کی کار آرلکچو کے کمپاؤنڈ ہی میں رہ گئی تھی۔ انڈونیشین لڑکی کے ساتھ جاتے وقت وہ اپنی کار وہیں چھوڑ گیا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بوکھلاہٹ میں اُسے یاد ہی نہیں آیا تھا کہ یہیں اُس کی کار بھی موجود ہے۔ بہر حال وہ اُس کے ساتھ ٹیکسی میں گیا تھا۔

حمید نے گھر آ کر سونا چاہا لیکن نیند نہ آئی۔ باورچی کو جگا کر کافی کے لئے کہا۔ نوکروں کے معاملے میں وہ فریدی سے بہت مختلف تھا۔ فریدی کبھی کسی نوکر کو ناوقت جگاتا نہیں تھا۔ اگر کبھی رات گئے کافی کی خواہش ہوتی تو خود ہی کچن میں جا گھستا۔

کافی پینے کے بعد بھی اُسے نیند نہ آسکی۔ پھر شاید چار بجے اُس کی آنکھ لگ گئی۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ گھوڑے بیچ کر سویا ہوگا۔

پھر نیند کیسے اچٹ گئی۔ یہ بات تھوڑی دیر تک سمجھ میں آ ہی نہ سکی۔ ویسے فون کی گھنٹی تو بہت دیر سے بج رہی تھی۔

''ہیلو......!'' حمید مسہری سے چھلانگ لگا کر دہاڑا۔ پھر ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''کون ہے......کیا بات ہے......رات کو بھی۔''

لیکن اچانک وہ خاموش ہو گیا کیونکہ روشندان میں دھوپ نظر آ رہی تھی۔

''میں قدیر ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''دولت گنج تھانے سے بول رہا ہوں۔ یہاں ایک ایسی لڑکی موجود ہے جس نے ایک ٹریفک کانسٹیبل کو مار اپیٹا ہے۔''

''کانسٹیبل زندہ ہے یا مر گیا۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔

''کون صاحب بول رہے ہیں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میں بول رہا ہوں۔''

''کپتان صاحب۔''

''ارے ہاں ہاں۔''

''تو بس آ جایئے۔ کیا آپ نے نہیں پہچانا......میں قدیر ہوں۔''

''آہا......قدیر صاحب......اچھا......اچھا......میں آدھے گھنٹے تک پہنچ سکوں گا۔''

حمید نے ریسیور رکھ دیا۔ گھڑی ساڑھے دس بجا رہی تھی۔ سب سے پہلے اُس نے فریدی کے متعلق معلوم کیا جو پچھلی رات سے اب تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ پھر دولت گنج جانے کی تیاری کرنے لگا۔

شہر کے سارے تھانوں کے لئے فریدی کے خاص احکامات تھے کہ جب بھی کوئی اس قسم کی لڑکی آئے اُسے یا حمید کو براہِ راست مطلع کیا جائے۔

قدیر دولت گنج کے تھانے کا انچارج تھا۔ حمید نے اُسے اپنا منتظر پایا۔

''یہ کیا مصیبت ہے جناب۔'' قدیر نے کہا۔ ''اپنے یہاں یہ پہلا ہی کیس آیا ہے۔''

''اور بھی آئیں گے مطمئن رہیئے۔'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''لڑکی کہاں ہے۔''

''زنانہ حوالات میں...... مجھے اس پر بہت ترس آ رہا ہے۔ کسی اچھے خاندان کی لڑکی

معلوم ہوتی ہے۔ آپ اُسے دیکھ کر یہ کہہ ہی نہیں سکتے کہ اس نے کانسٹیبل پر حملہ کیا ہوگا۔"

"پھر اُسے روک کیوں رکھا ہے۔"

"اس نے حملہ کیا تھا۔" قدیر نے کہا۔ "کانسٹیبل نے اُسے سڑک پار کرنے سے روکا تھا۔ بس وہ اُس پر ٹوٹ پڑی اس کا چہرہ نوچ ڈالا۔ دانتوں سے وردی کی دھجیاں اڑادیں۔"

"آہا تب تو آپ بھی بہت زیادہ خائف رہے ہوں گے۔"

"اب تو بھیگی بلی بن گئی ہے۔ کچھ دیر تک روتی بھی رہی تھی۔ البتہ اپنا نام اور پتہ بتانے پر کسی طرح تیار نہیں ہوتی۔"

"اچھا میں دیکھتا ہوں۔" حمید نے کہا اور زنانہ حوالات کی طرف روانہ ہوگیا۔

سلاخوں کے پیچھے لڑکی موجود تھی، لیکن حمید اس کی شکل نہیں دیکھ سکا، کیونکہ وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی اور پھر جیسے ہی اس نے حمید کی آہٹ پر سر اٹھایا حمید کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی۔ پہلی نظر میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کتنی حسین ہے۔ دوسری نظر بھی تفصیلی جائزے کیلئے ناکافی تھی اور تیسری نظر کو اتنا ہوش کہاں کہ وہ تفصیل میں جاسکتی۔ حمید اسکی اداس آنکھوں میں کھوگیا۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ کسی سنسان مقام پر کھڑا ہو۔ خاموشی سے پرواز کرنیوالے پرندوں کی قطاریں افق کی سرخی میں لہرارہی ہوں اور کسی پرسکون جھیل میں افق کے رنگین لہریئے آنکھ مچولی کھیل رہے ہوں۔ لیکن ان سب پر ایک خوب آگیں سی اداسی بھی مسلط ہو۔

حمید کے اشارے پر سلاخوں دار دروازہ کھول دیا گیا۔ لڑکی زمین سے اٹھ گئی تھی۔ اُس نے حمید کو نیچے سے اوپر تک دیکھ کر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"باہر آیئے۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا اور وہ چپ چاپ سلاخوں کے باہر چلی آئی۔

"آپ جہاں جانا چاہتی ہوں چلی جایئے۔ آپ سے کوئی کچھ نہیں پوچھے گا۔"

وہ چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "شکریہ۔"

حمید باہر جانے کے راستہ میں آیا جہاں انسپکٹر قدیر بیٹھا ہوا تھا۔

"وہ صدر دروازے سے نکل گئی ہے۔" حمید نے اُس سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ ایک سادہ لباس والا اس کا تعاقب کرے......جلدی کرو۔"

''زنانہ فورس کی کسی لڑکی کے متعلق کیا خیال ہے جسے اُس نے دیکھا نہ ہو۔'' قدیر نے پوچھا۔

''بہت اچھا خیال ہے...... یہ اور بھی اچھا رہے گا مگر جلدی کیجئے۔'' حمید نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ ایسی لڑکیوں کے خلاف سخت قسم کے اقدامات ممکن نہیں تھے۔ عام آدمی اسے کوئی دبائی ذہنی مرض سمجھتے تھے۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ کسی مستقل مرض کا نشان تک موجود نہیں ہے ان کی دانست میں وہ ایک وقتی ذہنی تبدیلی تھی جس کی وجہ جذباتی الجھاؤ بھی ہوسکتا تھا اور اعصابی اختلال بھی۔ لیکن اعصابی اختلال کی شکار لڑکیاں بمشکل تمام دو فیصدی مل سکی تھیں۔ ابھی تک جتنے بھی کیس ڈاکٹروں کے علم میں لائے گئے تھے۔ ان میں قریب قریب ساری ہی لڑکیاں صحت منداور صحیح الدماغ تھیں۔ اعصابی کمزوری کے آثار بھی نہیں ملے تھے۔

محکمہ سراغ رسانی اس سلسلے میں کسی جرم کے امکانات پر غور کررہا تھا بہرحال کئی طرح کی آرائیں موجود تھیں اس لئے فی الحال ایسی لڑکیوں کو زیادہ تر سرکاری اصلاح خانوں میں بھیج دیا جاتا تھا اور ان کے رویہ کی یومیہ رپورٹ محکمہ سراغ رسانی کو ملتی رہتی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج کل ''محکمہ سراغ رسانی'' صرف فریدی کی میز ہی تک محدود ہوکر رہ گیا تھا...... اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ یہ فریدی ہی کی اُپج تھی، ورنہ بات کسی دبائی ذہنی مرض پر ٹل گئی ہوتی۔

حمید دولت گنج کے تھانے سے سیدھا آفس پہنچا۔ فریدی یہاں بھی موجود نہیں تھا لیکن اس کی میز پر اصلاح خانوں کی رپورٹوں کے ڈھیر نظر آرہے تھے۔ حمید بیٹھ کر انہیں دیکھنے لگا۔ ان رپورٹوں میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کسی لڑکی پر بھی ابھی تک کسی اصلاح خانے میں اس قسم کا دورہ نہیں پڑا تھا۔ حمید پچھلی رپورٹیں بھی دیکھتا رہا تھا لیکن ایک بھی مثال ایسی نہ مل سکی کہ اصلاح خانوں میں کسی لڑکی کی معمول کی ذہنی حالت میں کوئی تغیر واقع ہوا ہو۔ وہ بڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا۔ ایسی لڑکیوں میں سے ابھی تک صرف تین لڑکیاں اصلاح خانوں میں نہیں بھیجی گئی تھیں۔ دو کو تو فریدی ہی نے چھوڑ دیا تھا۔ روحی اور سائرہ جنہیں سٹی مجسٹریٹ کی سفارش پر چھوڑا گیا تھا اور تیسری آج حمید کی وجہ سے بچ گئی تھی۔ سائرہ اور روحی کی رہائی کے لئے فریدی نے یہ جواز پیش کیا تھا کہ وہ اُن کے ذریعہ بہت کچھ معلوم کرسکے گا لیکن حمید کے

پاس اس لڑکی کو چھوڑ دینے کے لئے کوئی بہانہ نہیں تھا۔ وہ تو بس اس سے متاثر ہوا تھا اور اس وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی رخصت ہوگئی تھی اور وہ تعاقب والا معاملہ تو محض دکھاوا تھا۔ آخر قدیر اور دوسرے لوگوں کو بھی تو مطمئن کرنا ہی تھا۔

وہ لڑکی ایسی ہی تھی، جو اسے صحیح معنوں میں عورت معلوم ہوئی تھی اور اُس سے نظر ملتے ہی وہ بوکھلا گیا تھا۔ شاید برسوں کے بعد ایسی لڑکی ملی تھی۔ ویسے تو روز ہی ایک آدھ سے سابقہ رہتا تھا لیکن حمید کا خیال تھا کہ وہ لڑکیاں نہیں بلکہ ''لونڈے'' ہوا کرتے تھے۔ بالکل ایسے ہی جیسے اُس کے دوسرے مرد دوست تھے۔ اُن لڑکیوں میں عورت پن نام کو بھی نہ ہوتا۔ ان میں ایک چیز بھی ایسی نظر نہ آتی جس کی بناء پر انہیں جنس مقابل کی صف میں جگہ دی جا سکتی۔ بعض اوقات تو وہ حمید کو سو فیصدی ''ہیجڑے'' معلوم ہوتیں۔ بہر حال وہ انہیں عورتیں نہیں سمجھتا تھا۔

چھلانگ

وہ فائلیں الٹتا رہا اور اس کے ذہن پر وہی لڑکی مسلط رہی۔ اچانک اُس کی نظر رمیش کے ڈیسک کی طرف اٹھ گئی اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ سوتے سوتے جاگ پڑا ہو۔ اُسے ابھی تک رمیش کے متعلق نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ کس حال میں ہے۔ اُس نے فائیل رکھ کر فون کا ریسیور اٹھایا اور سول ہسپتال کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

وہاں سے اطمینان بخش اطلاع ملی۔ رمیش اب ہوش میں تھا۔ لیکن احتیاطاً ابھی اُس سے کسی کو گفتگو کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔

حمید ریسیور رکھ کر پھر فائل الٹنے لگا۔ اس پر پھر اکتاہٹ کا حملہ ہونے لگا تھا وہ وہاں سے اٹھنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ حمید نے ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو......!''

''کرنل صاحب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''نہیں میں حمید ہوں۔''

''اوہ...... میں قدیر بول رہا ہوں۔ دیکھئے...... ابھی مس رانا نے فون پر اطلاع دی ہے کہ وہ لڑکی راگ محل میں گئی ہے اور اس وقت بھی وہیں ہے اور دوسری بات بھی سنئے۔ مجھے اس کا چہرہ پہلے ہی سے کچھ جانا پہچانا سا معلوم ہوا تھا۔ کیا آپ کو علم ہے کہ وہ سرلا ہے۔''

''کیا بے سروپا باتیں کررہے ہیں آپ۔'' حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

''بے سروپا نہیں جناب...... آج سے چھ ماہ قبل آپ ہی کے آفس سے اس عورت کا حلیہ جاری ہوا تھا۔ اسکی ایک کاپی مع تصویر میرے فائیل میں بھی موجود ہے۔ آپ اپنے یہاں کے فائلوں میں دیکھئے میرے بیان کی تصدیق ہوجائیگی۔ حوالہ نمبر ای تھری اپان ففٹی تھری ہے۔''

''اچھا اچھا...... میں دیکھتا ہوں۔ آپ زنانہ فورس والی لڑکی سے کہہ دیجئے کہ اُس پر برابر نظر رکھے...... یا ٹھہریئے! میں یہاں سے کسی کو اس کی مدد کے لئے بھیجے دیتا ہوں۔ بہرحال اُسے نظر میں رکھنا ضروری ہے۔ کیا نمبر بتایا تھا آپ نے۔''

''ای تھری اَپان ففٹی تھری۔''

حمید نے پنسل اٹھا کر میز پر نمبر لکھا اور ریسیور رکھ کر ففٹی تھری کا فائیل تلاش کرنے لگا۔ فائیل جلد ہی مل گیا کیونکہ فریدی کے کاغذات کبھی بے ترتیبی سے نہیں رکھے جاتے تھے۔ تیسرے ہی صفحے پر وہ نمبر مل گیا جس کا تذکرہ قدیر نے کیا تھا اور اس پر لگی ہوئی تصویر۔ حمید کا سر چکرا گیا۔ وہ سو فیصدی وہی لڑکی تھی جسے حمید نے چند گھنٹے پیشتر حوالات سے نجات دلائی تھی۔

حمید نے فائیل بند کردیا اور آنکھیں بند کرکے اس طرح اپنے سر کو جھٹکے دینے لگا جیسے کسی بھٹکے ہوئے خیال کو اس کی صحیح جگہ پر لانے کی کوشش کررہا ہو۔

کچھ دیر بعد اُس نے پھر فائیل کھولا اور تصویر کے نیچے والی عبارت پڑھنے لگا۔

''سرلا مکر جی...... عمر تیس سال لیکن حیرت انگیز طور پر کمسن معلوم ہوتی ہے۔ عموماً یہی گمان ہوتا ہے کہ وہ انیس یا بیس سے زیادہ نہیں ہے۔ ۱۳ر جون ۵۵ء تک ماہر نباتات ڈاکٹر اے ایچ زیدی کی لیبارٹری میں بحیثیت اسسٹنٹ کام کرتی رہی۔ ۱۳ر جون کی شب ڈاکٹر زیدی کو پانی میں بیہوشی کی دوا دے کر ان کا کوئی بیش قیمت فارمولا چرا لے گئی۔ وہ فارمولا زیر تجربہ تھا۔ ڈاکٹر زیدی اس پر بہت احتیاط سے تجربہ کررہے تھے اور اُن کے کسی بھی اسسٹنٹ کو

فارمولے کا علم نہیں تھا۔ ملزمہ تعلیم یافتہ ہے۔ بی۔ایس۔سی کی ڈگری رکھتی ہے۔ بنگالی ہونے کے باوجود بھی اردو پر اُسے قدرت حاصل ہے۔ زیادہ تر غرارے اور ڈوپٹے میں رہتی ہے۔ عموماً یہی ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ بنگالی نہیں ہے۔"

فائیل کو بند کر کے اس نے پائپ سلگایا اور اس طرح نڈھال ہو کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا جیسے بہت تھک گیا ہو۔ یہ حقیقت تھی کہ اس نئے انکشاف پر وہ شدت سے بور ہو گیا تھا۔ اس نے دو چار لمبے لمبے کش لئے اور پھر چونک کر اٹھ بیٹھا۔

اب وہ اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں لیڈی انسپکٹر مس ریکھا بیٹھا کرتی تھی۔ وہ حمید کو اپنے کمرے میں دیکھ کر بوکھلا گئی کیونکہ عموماً وہ اس سے دور ہی دور رہا کرتی تھی۔

"میں تمہیں تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔" حمید نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"کیا بات ہے کہئے!"

"راگ محل میں اس وقت ایک ملزمہ موجود ہے۔ فی الحال زنانہ فورس کی ایک لڑکی مس رانا اس کی نگرانی کر رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس پر نظر رکھو۔"

"رانا کو میں جانتی ہوں۔ کیا یہ کوئی اہم معاملہ ہے۔"

"اس کا علم صرف فریدی صاحب کو ہی ہو سکتا ہے۔ ویسے وہ بہت چالاک ہے، ورنہ میں خود ہی اُس کی نگرانی کرتا۔"

"وہ ملزمہ ہے کون؟"

"سرلا مکرجی......ڈاکٹر زیدی کی لیبارٹری اسسٹنٹ۔"

"آہا......اور آپ اسے اپنا کام کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ کیس اب بھی میرے ہی پاس ہے مگر آپ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں۔"

"نہیں میں سنجیدہ ہوں۔"

"اچھا تو پھر میں جا رہی ہوں لیکن اگر وہ سرلا نہ ہوئی تو میں آپ سے سمجھ لوں گی۔"

"میں سمجھا دوں گا......فی الحال تم جاؤ۔"

"سرلا تو بڑی حسین عورت ہے۔ تعجب ہے کہ آپ اپنی جگہ مجھے بھیج رہے ہیں، اسی لئے

یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔''

''وہ تم سے زیادہ حسین نہیں۔'' حمید نے عادت کے مطابق ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

ریکھا جانے کے لئے تیار ہو گئی تھی، لیکن شاید اب بھی اُسے حمید کے بیان میں شبہ تھا۔

''مگر دیکھو'' حمید نے کہا۔''تم صرف نگرانی کرو گی۔ اسکے خلاف کوئی کاروائی نہ کر بیٹھنا۔''

''کیوں؟''

''شاید فریدی صاحب کو کسی دوسرے معاملے میں بھی اس کی ضرورت ہے۔تم فون پر حالات سے آگاہ کرتی رہنا۔''

ریکھا چلی گئی اور حمید پھر اپنے کمرے کی طرف واپس آیا لیکن دروازے ہی پر اُس نے محسوس کر لیا کہ فریدی واپس آ گیا ہے۔ اس کا قیاس غلط نہیں تھا۔ فریدی وہاں موجود تھا اور اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار تھے، جو حمید کو دیکھتے ہی اور زیادہ گہرے ہو گئے۔

''یہ فائیل کس نے بکھیرے ہیں۔'' اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''میں نے۔'' حمید سنجیدگی سے بولا۔''اور میں ان میں میر تقی میر کی کوئی غزل تلاش نہیں کر رہا تھا۔ آپ یقین کیجئے۔ ویسے میرے پاس آپ کے لئے ایک بڑی شاندار اطلاع ہے۔''

''بکو......!''

''نہیں۔ وہ اطلاع اُسی صورت میں آپ تک پہنچ سکتی ہے جب آپ مجھے ہارڈی وغیرہ کے حشر سے آگاہ کر دیں۔''

''او......!'' فریدی کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر وہ بولا۔

''پچھلی رات میں نے بہت بُری طرح وقت برباد کیا ہے۔''

''کیوں......میں تو سمجھا تھا شاید آپ بھی ہوش میں نہیں ہیں۔''

''چلو یہی سمجھ لو......مگر اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ بعض اوقات مجھ سے بھی بچپنا سرزد ہو جایا کرتا ہے۔''

''شرط پوری کئے بغیر آپ اُس نئی اطلاع سے محروم ہو جائیں گے۔''

''چلو......بتاؤ......کیا پوچھنا چاہتے ہو۔'' فریدی بے دلی سے بولا۔

''ہارڈی وغیرہ کے خلاف آپ نے جو رویہ اختیار کیا تھا۔''

''وہ رویہ اپنی جگہ پر بالکل درست تھا اور اس کے لئے میں کبھی شرمندہ نہیں ہوسکتا۔ ہارڈی اسی قابل ہے کہ اسے گھٹیا سے گھٹیا آدمیوں سے پٹوایا جائے۔ وہ خود کو بندرگاہ کے علاقے کا سب سے بڑا غنڈہ سمجھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ پانچوں آدمی اس سے کبھی آنکھ ملانے کی بھی ہمت نہ کرسکتے۔ یہ صدمہ ہارڈی کے لئے بڑا جان لیوا ثابت ہوگا۔''

''لیکن آپ سے بچپنا کون سا سرزد ہوا۔''

''یہ خام خیالی ہے کہ پی سنگ ان کی خبر لینے کے لئے دوبارہ وہاں آئے گا۔ یہی سوچ کر میں نے ساری رات جنگل میں گذاردی۔ تمہیں کار میں دھوکہ دیا۔ خیال یہ تھا کہ پی سنگ وہیں کہیں چھپا ہوگا۔ لہٰذا اسے دھوکہ میں رکھنے کے لئے مجھے کاروالی حرکت کرنی پڑی۔ ویسے مجھے افسوس ہے کہ پچھلی رات تمہیں بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑی تھیں۔

''تو کیا آپ نے انہیں یونہی چھوڑ دیا۔''

''نہیں اب وہ حوالات میں ہیں۔''

''آخر آپ پی سنگ کے چکر میں کیوں ہیں۔''

''آخر اُسے اتنی فکر کیوں ہے کہ میں اس کی نگرانی کرا رہا ہوں۔ یقیناً وہ کوئی بہت ہی اہم معاملہ ہوگا جس کے لئے اُس نے محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر کو پکڑوا کر اذیت دینے کی کوشش کی تھی۔ پی سنگ کی نگرانی میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ تقریباً ایک سال سے میرے آدمی اس کے پیچھے ہیں۔''

''آخر کس لئے۔''

''آخر کا دورہ پڑ گیا ہے تم پر۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ شہر کے سارے مجرم جن کے خلاف میں کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا پاتا میری نگرانی میں رہتے ہیں۔ ان میں سے بہتیرے اس سے واقف بھی ہیں لیکن آج تک کسی کو جراُت نہیں ہوئی کہ میرے کسی آدمی پر ہاتھ ڈال سکتا۔''

''تو پی سنگ اب روپوش ہوگیا۔''

''قطعی یہی بات ہے۔''

حمید نے پھر کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

'بس! ہاں تم مجھے کیا بتانے والے تھے۔''

''آج صبح ایک خوبصورت سی لڑکی دولت گنج کی حوالات میں تھی۔ مجھے وہ اتنی اچھی لگی کہ میں نے اُسے رہا کرادیا۔''

''کیوں......؟''

''آپ نے اُن دونوں کو کیوں چھوڑ دیا تھا۔ آپ دو کو چھوڑ دیں اور میں ایک کو بھی چھوڑ دینے کا حق نہیں رکھتا۔ ہائے وہ کتنی حسین تھی۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

چند لمحے خاموش رہا اور پھر فریدی کی غصیلی آنکھوں کی پرواہ کئے بغیر بولا۔ ''میرے پاس اس کی تصویر بھی موجود ہے۔''

''بکواس مت کرو۔'' فریدی نے کہا اور اس کی بکواس سے پیچھا چھڑانے کے لئے اصلاح خانوں کی رپورٹیں دیکھنے لگا۔

حمید نے ففٹی تھری کا فائیل کھول کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ بھی دیکھ لیجئے۔''

فریدی کی نظر سرلا کی تصویر پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔ ''کیا مطلب!''

''وہ یہی تھی لیکن نکل گئی۔''

''گدھے!'' فریدی دہاڑا۔

''گدھے تو موجود ہیں لیکن وہ نکل گئی۔'' حمید نے بڑی معصومیت سے کہا۔

''نہیں تم بکواس کررہے ہو۔'' فریدی کے ہونٹوں پر ایک ایسی مسکراہٹ نظر آئی جس میں جھنجھلاہٹ بھی شامل تھی۔ اس کے بعد ہی حمید نے گراموفون کے ریکارڈ کی طرح بولنا شروع کردیا اور پھر جیسے ہی راگ محل کا نام اس کی زبان پر آیا، فریدی نے کرسی سے چھلانگ لگادی اور حمید کے سنبھلنے سے پہلے وہ کمرے سے جاچکا تھا۔

راگ محل

فریدی کی یہ چھلانگ ...... حمید نے سوچا کہ نتائج کے لحاظ سے یقیناً بہت سنسنی خیز ثابت ہوگی۔ مگر شام تک اُسے کوئی سنسنی خیز اطلاع نہ مل سکی۔ تقریباً چھ بجے فریدی واپس آیا لیکن اسکے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھ کر حمید کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اسکا یہی مطلب تھا کہ ابھی کامیابی کوسوں دور ہے۔ حمید نے اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ مگر شاید فریدی خود ہی کچھ بتانا چاہتا تھا۔

''راگ محل بڑی اچھی جگہ ہے حمید۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''تم شاید وہاں کبھی نہ گئے ہوگے کیونکہ داخلہ صرف ممبروں کا ہی ہوسکتا ہے یا پھر وہاں لوگ مہمانوں کی حیثیت سے جاتے ہیں اس کے لئے بھی کم از کم تین پرانے ممبروں کی سفارش ضروری ہوتی ہے۔ شہر کے بہت بڑے بڑے آدمی اُس کے ممبر ہیں۔''

''ہاں میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''شاید وہ مختلف قسم کے آرٹسٹوں کا کوئی ادارہ ہے۔ وہاں راگ رنگ کی محفلیں زیادہ ہوا کرتی ہیں۔''

''ارے پرستان ہے...... پرستان۔'' فریدی مسکرا کر آہستہ سے بولا۔ لیکن اس کا یہ لہجہ حمید کیلئے بالکل نیا تھا۔ بالکل اوباش آدمیوں کا سا لہجہ۔ وہ متحیرانہ انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگا۔

''تم آج کل بہت اداس ہو۔'' اس نے پھر کہا۔ ''کیا تم نے کبھی راگ محل کے پبلک جلسوں میں بھی شرکت نہیں کی۔''

''مجھے پکے گانوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ویسے جب کبھی سننے کو دل چاہتا ہے اپنے بکرے کو دو چار ڈنڈے لگا دیتا ہوں۔''

''حمید تم وہاں ضرور جاؤ۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''بلکہ اگر مستقل ممبر ہی بن جاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔''

''میں سمجھا۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''مگر میری سفارش کون کرے گا۔''

''سب کچھ تیار ہے۔ ممبری کے فارم پر تین پرانے ممبروں کے دستخط موجود ہیں اور ایک بہت ہی مقبول قسم کا ممبر تمہیں اپنے ساتھ وہاں لے جائے گا۔''

''میرا وہاں کیا کام ہوگا۔''

''کوئی آسان سا کام، جو بھی تمہیں پسند ہو۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ ''مثلاً وائیلن سیکھنا...... حالانکہ تم بہت اچھا وائیلن بجاتے ہو مگر ذرا خود کو مبتدی ہی ظاہر کرنا۔ اس کے علاوہ جو تمہارا دل چاہے۔ اب اٹھو! میں بہت جلدی میں ہوں۔''

''کیا ابھی......!''

''فی الحال تجربہ گاہ تک۔''

''میک اپ......!'' حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ ''نہیں...... میں بے تحاشہ تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ گرمیوں میں پلاسٹک کے ٹکڑے...... خدا کی پناہ۔''

''ڈرو نہیں...... کم سے کم پلاسٹک استعمال کروں گا۔''

''لیکن میں کوئی بدنما چہرہ نہیں برداشت کر سکوں گا۔''

''چلو! متعدد تصویریں تمہارے سامنے ہوں گی، جو پسند آجائے۔ اب اٹھو۔''

• دورِ جدید کے سراغ رسانوں کے لئے میک اپ وغیرہ بڑی بھونڈی چیزیں ہیں۔ وہ اپنی تفتیش کی بنیاد منطق اور جرائم کی نفسیات پر رکھتے ہیں۔ مگر بہتیرے کیس ایسے ہوتے ہیں جن میں یہ دونوں ہی چیزیں کارآمد نہیں ثابت ہوتیں۔ کیونکہ بعض مجرم ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے خلاف ثبوت بہم پہنچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی مجرموں کے لئے یہ طریقہ کسی حد تک کامیاب ہوتا ہے۔ فریدی میک اپ کو کامیابی کا ذریعہ بنانے میں خوشی نہیں محسوس کرتا تھا مگر بعض اوقات مجبوراً اُسے اُس کا سہارا لینا ہی پڑتا تھا۔ ویسے اُس نے میک اپ کی اُن تمام خامیوں پر قابو پالیا تھا جن کی بناء پر میک اپ کرنے والوں کو دوسروں سے دور ہی دور رہنا پڑتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے میک اپ کئے ہوئے چہرے کو ایک فٹ کے فاصلے سے بھی نہیں پہچانا جا سکتا۔

اس وقت بھی اُسے حمید کے چہرے پر ایسا ہی میک اپ کرنا تھا۔ تجربہ گاہ میں پہنچ کر

فریدی نے ایک فائیل حمید کے سامنے ڈال دیا جس میں دوسرے شہروں کے مفرور مجرموں کی تصاویر تھیں۔ حمید سمجھ گیا کہ یہ کوئی گہری چال ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک فائیل کے صفحات الٹتا رہا پھر ایک چہرہ منتخب کر کے اُسے فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک اس کے چہرے کی مرمت ہوتی رہی۔ پھر فریدی اُسے گردن سے پکڑ کر کرسی سے اٹھاتا ہوا بولا۔

''تم جاوید پریمی ہو......راگ رنگ کے دیوانے۔''

''مگر اس کا نام تو ستیش ہے۔''

''ہاں! مگر وہ ستیش کی حیثیت سے خود کو متعارف نہیں کرا سکتا۔ کیونکہ ایک مفرور مجرم ہے اور اسی لئے میں نے اس میک اپ میں ہلکی سی مونچھوں کا اضافہ کر دیا ہے اور میک اپ بھی اسی قسم کا ہے کہ بہت غور سے دیکھے جانے پر تم ستیش معلوم ہو گے۔''

''راگ محل میں کیا ہے۔''

''وہی سب کچھ جو میں تمہیں ابھی بتا چکا ہوں۔''

''یعنی آپ مجھے محض اس لئے وہاں بھیج رہے ہیں کہ وہ پرستان ہے۔''

''فی الحال تمہیں یہی سمجھنا چاہئے اور تم وہاں ان تفریحات کے علاوہ اس وقت تک اور کچھ نہیں کرو گے جب تک کہ تمہیں دوسری ہدایات نہ ملیں۔ خیر اب سنو کہ تم وہاں کس طرح پہنچو گے۔ ٹھیک دس بجے تمہیں فردوس منزل کے گیارہویں فلیٹ میں پہنچنا ہے۔ وہاں مسٹر پی سی راگی رہتے ہیں۔ وہ تمہیں راگ محل لے جائیں گے۔ راگ محل سے واپسی پر تم گھر نہیں آؤ گے بلکہ فردوس منزل کے سامنے والی عمارت کے آٹھویں فلیٹ میں فی الحال تمہارا مستقل قیام ہوگا۔ اس کی کنجی بھی تمہیں مل جائے گی جب تک کہ میں نہ کہوں تم گھر کا رخ بھی نہیں کرو گے......کیا سمجھے!''

''سمجھ گیا......اگر میں......خیر جانے دیجئے۔''

''اچھی بات ہے جانے دو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''غیر ضروری باتوں سے جتنا بچو اتنا ہی اچھا ہے۔''

حمید نے ٹھیک دس بجے فردوس منزل کے دروازے پر دستک دی۔ پی سی راگی کے متعلق وہ سوچتا آیا تھا کہ وہ کوئی دبلا پتلا خوبصورت سا بوڑھا ہوگا۔ فریدی نے اسے بتایا تھا کہ وہ ایک بڑا فنکار ہے۔ اس کی ٹکر کا پیانسٹ کم از کم اس شہر میں تو ملنا مشکل ہی ہے، لہٰذا حمید کے ذہن میں اس کی تصویر فنکاروں ہی کی سی تھی۔

دستک دینے کے دو تین منٹ بعد دروازہ کھلا۔ دوسرے ہی لمحے میں حمید کے سامنے ایک لمبا تڑنگا اور سیاہ فام آدمی کھڑا تھا۔ اس کے اگلے دو دانت نچلے ہونٹ پر رکھے ہوئے تھے۔

''مجھے راگی صاحب سے ملنا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''مل لیجئے۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ اس کی مسکراہٹ بھی بڑی کریہہ تھی۔

''آپ ہی ہیں۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔ کیونکہ وہ اُسے فنکار کی بجائے کوئی جلاد معلوم ہو رہا تھا۔

''جی ہاں...... میں ہی ہوں...... فرمایئے۔''

حمید نے جیب سے وہی فارم نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا جس پر راگ محل کے تین ممبروں کے سفارشی نوٹ تھے۔

''اوہو...... اچھا...... اندر آجایئے۔ میں آپ کا منتظر تھا۔ صرف دس منٹ بعد ہم روانہ ہوجائیں گے۔'' وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ حمید کمرے میں چلا گیا۔

راگی اُسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا۔ حمید دیوار سے لگی ہوئی تصاویر دیکھنے لگا۔ اُسے حیرت تھی کہ ایسا بدصورت اور بے ڈھنگا آدمی اتنا خوش مزاج کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ سب اعلیٰ درجہ کی پینٹنگ تھیں۔

راگی حسب وعدہ دس منٹ بعد تیار ہوکر آگیا۔ وہ دونوں باہر آئے۔ ایک ٹیکسی لی اور راگ محل کی طرف روانہ ہوگئے۔

راگ محل ایک بہت بڑے ہال کا نام تھا۔ یہاں وہ سب کچھ تھا جو ایک بہترین قسم کی تفریح گاہ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جیسے ہی وہ گیٹ پر پہنچے دو آدمیوں نے ان کا استقبال کیا اور پھر اصل عمارت کے دروازے پر قدم رکھتے ہی حمید کے کانوں سے موسیقی کی لہریں

ٹکرائیں۔ سارا ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ شاید اس وقت یہاں رقص کی مشق ہونے والی تھی کیونکہ تقریباً ڈیڑھ درجن لڑکیاں رقص کے لباس میں نظر آ رہی تھیں۔

ہال بہت بڑا تھا اوپر بھی چاروں طرف گیلریاں تھیں۔ حمید سر جھکائے راگی کے ساتھ چلتا رہا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ راگی بہت عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ رقاص لڑکیاں ہاتھ اٹھا اٹھا کر اسے سلام کر رہی تھیں۔

وہ حمید کو سیکریٹری کے کمرے میں لایا اور ممبر بننے کے سارے مراحل جلد ہی طے ہو گئے، البتہ حمید محسوس کر رہا تھا کہ سیکریٹری اسے بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔

یہ ادھیڑ عمر کا ایک صحت مند آدمی تھا لیکن اُس کے لمبوترے چہرے پر چھوٹی سی فرنچ کٹ ڈاڑھی کچھ اچھی نہیں لگتی تھی۔ ویسے بھی اس کی آنکھوں کی بناوٹ حلیم اور بردبار آدمیوں کی بناوٹ سے بہت مختلف تھی۔ حالانکہ وہ اپنے انداز گفتگو سے یہی ظاہر کرتا تھا کہ وہ ایک اچھے کردار کا بااصول آدمی ہے۔ وہ حمید سے رسمی گفتگو کرنے کے بعد بولا۔

''میرا خیال ہے کہ میں اس سے پہلے بھی آپ کو کہیں دیکھ چکا ہوں لیکن یاد نہیں پڑتا کہ کہاں دیکھا تھا۔''

''ہوسکتا ہے...... میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں۔'' حمید نے اپنی آواز بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا...... ان معاملات میں وہ فریدی ہی کا شاگرد تھا۔

''تو آپ کا مستقل قیام یہاں نہیں رہتا۔''

''اب تو مستقل ہی ہے۔ میں دراصل......!'' حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر ہنس کر بولا۔ ''کیا یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ میرا پیشہ کیا ہے۔''

''نہیں...... قطعی نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تین معزز ممبر اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ہی سفارش کر سکتے ہیں اور پھر راگی صاحب جیسے گریٹ آرٹسٹ کی ہمراہی۔ نہیں مسٹر جاوید پریمی یہ کلا مندر ہے۔ یہاں صرف روحیں دیکھی اور پرکھی جاتی ہیں۔ جسم اگر آلو چھولے بھی بیچتا ہو تو ہمیں اُس سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر آپ اپنے پیشے کے متعلق مجھے نہیں بتانا چاہتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔''

حمید جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا...... ایک لڑکی چھن چھن کرتی ہوئی کمرے میں گھس آئی۔ اس کے پیروں میں گھونگھرو بندھے ہوئے تھے اور وہ رقص کے لباس میں تھی۔

"یہ کون ہیں؟" اس نے حمید کی طرف اشارہ کر کے سیکریٹری سے پوچھا۔ انداز میں بڑا بھولا پن تھا لیکن لہجے کی ذرا سی لغزش اُسے بھونڈے پن میں بھی تبدیل کر سکتی تھی۔ حمید اداکاری کے اس حسن کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لڑکی بڑی دلکش تھی۔ آنکھیں کنول تھیں اور ہونٹ گلاب کی پنکھڑیاں۔ حمید جلدی میں صرف یہی دو تشبیہیں سوچ سکا کیونکہ اُس کے جسم کی ہر جنبش پر کسی نہ کسی عضو کا حسن ایک نئے انداز میں ظاہر ہو رہا تھا اور حمید کا ذہن تشبیہات کے التزام میں اتنی تیز رفتاری کا ثبوت دینے سے قاصر تھا۔

"یہ ہمارے نئے ساتھی مسٹر پریمی ہیں۔"

"ہاہا!" وہ ایک سریلی سی چیخ کیساتھ حمید کیطرف ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔ "میں راگنی ہوں۔"

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" حمید نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

"کیوں راگی صاحب۔" وہ حمید کو کچھ اور کہنے کا موقع دیئے بغیر راگی سے بولی۔ "اس وقت اجنبی والا رقص کیسا رہے گا۔"

"ہوں...... میں کیا بتا سکتا ہوں۔" راگی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ حمید سمجھ گیا کہ اُسے راگنی کی بے تکلفی گراں گذری ہے۔ راگنی چھن چھن کرتی دوڑتی چلی گئی اور پھر فوراً ہی ایک باریک سی آواز ساز کے پردوں پر لہراتی چلی گئی۔

"ارے...... اجنبی......!"

شاید یہ راگنی کی آواز تھی۔ "اجنبی" کو اتنا کھینچا گیا کہ آواز بتدریج باریک ہوتے ہوتے سناٹے میں گم ہوگئی اور پھر مختلف قسم کے سازوں کی موسیقی کا طوفان سا امنڈ پڑا۔ ساتھ ہی بہت سی سریلی آوازوں کا کورس بھی گونجا۔

"تو کون ہے...... تو کون ہے۔"

تھمتے ہوئے سازوں کے درمیاں سے وہی باریک سی آواز پھر بتدریج بلند ہو رہی تھی۔

''اجنبی......!'' آواز کے انتہائی نقطہ عروج پر ساز خاموش ہو گئے اور صرف گھونگھروں کی ''چھنا چھن'' باقی رہ گئی۔ پھر ''تو کون ہے......تو کون ہے۔'' کا کورس شروع ہوتے ہی ساز پہلے ہی کی طرح گونجنے لگے۔

حمید کی روح اُن نغمات میں کھوئی جارہی تھی مگر سیاہ فام اور بدصورت راگی کی آنکھیں اُس کے ذہن کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔ وہ آنکھیں جن میں نفرت اس طرح کروٹیں بدل رہی تھی جیسے کسی ویرانے میں سانپ رینگ رہا ہو۔

''میں اسے برداشت نہیں کرسکتا۔ سمجھے آپ۔'' وہ سیکریٹری کی میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

''کیا بات ہے مسٹر راگی۔ میں کچھ نہیں سمجھا۔'' سیکریٹری نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آرٹسٹ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی ننگا ہو کر ناچنے لگے، انسانیت اور شرافت کا جنازہ نکال دے۔ آپ کے آرٹسٹ بدتمیز اور غیر مہذب ہوتے جارہے ہیں۔''

''میں پھر نہیں سمجھا مسٹر راگی۔''

''میں راگنی کی بدتمیزی کے متعلق کہہ رہا ہوں۔''

''بدتمیزی!'' سیکریٹری نے حیرت سے کہا۔ ''نہیں تو مسٹر راگی۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!''

''کیا نئے آدمیوں سے گفتگو کرنے کا یہی طریقہ ہے۔''

''اوہو..... مسٹر راگی۔'' سیکریٹری نے ایک طویل قہقہہ لگایا جو سو فیصدی تصنع آمیز تھا پھر بولا ''تعجب ہے آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ ایک شوخ اور مست اَلست قسم کی لڑکی ہے۔''

''ہاں! راگی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''اور بعض اوقات وہ اس سرمستی کے عالم میں فاحشہ عورتوں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ سیکریٹری صاحب! سچا آرٹسٹ کبھی خود کو پوز نہیں کرتا۔ اُس کی روح ہر وقت ناچتی رہتی ہے لیکن اوپر سے وہ کسی جھیل کی طرح پُرسکون نظر آتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں بے چینی کے بجائے ایک پُروقار قسم کا ٹھہراؤ ہوتا ہے۔''

''اس کے لئے بڑے ظرف کی ضرورت ہے مسٹر راگی۔'' سیکریٹری نے کہا۔ ''آپ بہت بڑے آرٹسٹوں کی باتیں کررہے ہیں۔''

''میں اس کلا مندر کے ہر آرٹسٹ کو بڑا دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''ہر آرٹسٹ بڑا نہیں ہوسکتا۔''

''اگر نہیں ہوسکتا تو راگی کو یہاں سے ہمیشہ کے لئے جانا پڑے گا۔''

''اررر......نہیں ......مسٹر راگی!'' سیکریٹری بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔''آپ کے بغیر راگ محل فن کا مقبرہ بن جائے گا۔نہیں آپ ایسا نہیں کرسکتے۔''

''میں کب چاہتا ہوں کہ ایسا کروں......مگر......آپ حالات کو دیکھ ہی رہے ہیں۔''

''اچھا دیکھئے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔مگر آپ ہمیں نہیں چھوڑ سکتے۔آپ راگ محل کی زندگی ہیں۔''

یہ گفتگو راگی کی خاموشی پر ختم ہوگئی۔

اس واقعے کو ایک ہفتہ گزر گیا۔حمید اس دوران میں برابر راگ محل جاتا رہا تھا لیکن اب اس چیز کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ ہمیشہ راگی کے ساتھ ہی وہاں جاتا۔کئی لڑکیاں اُس سے کافی گھل مل گئی تھیں لیکن سرلا اُسے ایک دن بھی نظر نہ آئی۔اُس نے اس کے متعلق بہت غور کیا لیکن کچھ بھی سمجھ نہ آیا۔وہ اپنے محکمے کے سادہ لباس والوں کو راگ محل کے گرد منڈلاتے دیکھتا اور سوچتا شاید یہ سب کچھ سرلا ہی کے لئے ہو رہا ہے مگر سرلا تھی کہاں؟ راگ محل کا چپہ چپہ حمید نے دیکھ ڈالا تھا اور یہ چیز اُس کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھی کہ وہاں کوئی چھپنے کی جگہ بھی ہوگی۔وہ سوچتا شاید فریدی سرلا کے معاملے میں اپنی ہی کسی غلطی کا شکار ہوگیا ہے۔سرلا اُسے دھوکا دے کر یہاں سے نکل گئی اور وہ شاید یہی سوچتا رہ گیا کہ وہ وہیں چھپی ہوگی۔اس کے علاوہ حمید اور کچھ نہیں سوچ سکتا تھا۔ویسے کسی دوسرے پہلو سے راگ محل کے متعلق کچھ سوچنا فضول ہی تھا۔فریدی اُسے وہاں اس لئے نہیں بھیج سکتا تھا کہ خود راگ محل ہی کسی قسم کے جرائم کا مرکز ہے۔وہاں تو صحیح معنوں میں مختلف قسم کے فنون کی خدمت ہو رہی تھی اور وہاں صرف چیدہ چیدہ ہستیوں کا گذر ہوسکتا تھا۔اسی بناء پر اکثر راگ محل کے خلاف طوفان بھی اٹھ کرتے تھے لیکن انہیں بڑی سختی سے دبا دیا جاتا تھا کیونکہ شہر کے بہتیرے سربرآوردہ لوگ اس کے سرپرست تھے۔

لیکن وہ شام حمید کے لئے بڑی سنسنی خیز تھی جب اُسے راگ محل میں ایک نیا تجربہ ہوا۔ وہ ایک رقص کرنے والی لڑکی کے لئے وائیلن بجا رہا تھا کہ ایک ملازم نے اُسے سیکریٹری کا پیغام دیا۔ وہ اس سے اپنے آفس میں ملنا چاہتا تھا حمید اپنا شغل ترک کر کے اُس کے کمرے میں داخل ہوا۔

''اوہ آیئے مسٹر تیش......!'' سیکریٹری نے مسکرا کر کہا اور حمید بیساختہ چونک پڑا۔ وہ یہاں کی رنگ رلیوں میں پڑ کر یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ وہ ایک مفرور مجرم کے میک اپ میں ہے ورنہ شاید اُس کے چونکنے کے انداز میں اتنی بیساختگی نہ پیدا ہوسکتی۔ بہرحال وہ دوسرے ہی لمحے میں مسکرا کر بولا۔

''مجھے آپ سے شکایت ہے کہ آپ مجھے غلط نام سے مخاطب کررہے ہیں۔ میرا نام جاوید پریمی ہے۔''

''آپ اس کی پرواہ نہ کیجئے۔ مگر میرا خیال ہے کہ پولیس سے بچنے کے لئے صرف یہ مونچھیں ہی کافی نہ ہوں گی۔''

''کیا آپ نشے میں ہیں مسٹر سیکریٹری۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''نہیں مائی ڈیئر مسٹر تیش......!''

اب حمید کو محسوس ہوا کہ فریدی نے اُسے اس میک اپ میں وہاں کیوں بھیجا تھا کیونکہ وہ سیکریٹری کے ہاتھ میں ایک ریوالور دیکھ رہا تھا۔ بھلا راگ محل میں ریوالور کا کیا کام؟ سیکریٹری نے ریوالور کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''راگ محل یا جیل......ان میں سے آپ کسے ترجیح دیں گے۔''

''کیا یہ کسی ڈرامے کا ریہرسل ہے مسٹر سیکریٹری۔'' حمید نے لاپروائی سے مظاہرہ کیا۔

''آپ جانتے ہیں مسٹر تیش کہ راگ محل میں آج تک کوئی ڈرامہ نہیں ہوا۔ یہاں کے حقائق ہی اتنے دلچسپ ہوتے ہیں کہ تفریح کے لئے قصے کہانیوں کا سہارا نہیں لینا پڑا۔ اب یہی دیکھ لیجئے کہ جنوبی صوبے کا ایک قاتل راگ محل میں آرٹ کی خدمت کررہا ہے۔ اگر میں یہاں کے سارے فنکاروں کو اکٹھا کر کے اُسے بے نقاب کردوں تو کیسی رہے۔''

آہستہ آہستہ حمید کو عقل آ رہی تھی۔ اچانک اُس نے سرد اور سفاک قسم کے لہجے میں کہا۔

''اُس سے پہلے یا تو تم مرجاؤ گے یا تیش ہی مرجائے گا۔''

''میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔'' سیکریٹری نے مسکرا کر کہا۔

''تمہاری معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے مجھے بتانا ہی پڑے گا کہ جسے میں نے قتل کیا تھا اس کے ساتھ چھ آدمی تھے۔ اگر میں اُن میں سے ایک کو قتل نہ کر دیتا تو میرا قتل ہو جانا لازمی تھا۔''

''تب تو تم نے اُسے حفاظت خود اختیاری کے تحت قتل کیا تھا۔'' سیکریٹری نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایسی صورت میں تمہیں فرار نہ ہونا چاہئے تھا۔''

''مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ میں دوسری بار بھی اپنی حفاظت کر سکتا۔''

''تم تنہا تھے۔'' سیکریٹری نے پوچھا اور اثبات میں جواب پا کر دوبارہ سوال کیا۔ ''کیا اب بھی تنہا ہو۔''

''ہاں میں اب بھی تنہا ہوں لیکن تم نے مجھے اس طرح پہچانا ہے جیسے میری تلاش میں رہے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے پاس اس ریوالور کا لائسنس ہے۔''

''ریوالور...... ریوالور کی بات جانے دو۔ میں تم سے فی الحال ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی تک یہ سودا ہے لیکن انکار کی صورت میں حکم بن جائے گا اور اس کے بعد تمہارے مقدر میں یا تو ہتھکڑیاں ہوں گی یا کسی ریوالور کی گولی تمہارے خطِ تقدیر میں سرخ تحریر کا اضافہ کر دیگی۔''

''یار سیکریٹری صاحب۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''تم تو شیکسپیئر کے کسی ویلن کی طرح بول رہے ہو۔ میں اسے دھمکی سمجھوں یا لٹریچر میں ایک حسین اضافہ۔''

''مجھے اور زیادہ خوشی ہوئی۔ تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔'' سیکریٹری نے خشک لہجے میں کہا۔ ''دلیر بھی ہو تنہا بھی ہو تمہیں ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ تم جانتے ہو کہ راگ محل کی دیواریں کتنی مستحکم ہیں۔ کیا یہاں کے کسی فرد پر کسی قسم کی آنچ بھی آ سکتی ہے۔''

''نہیں...... قطعی نہیں...... پھر......!''

''پھر تمہیں فی الحال ہمارا ایک کام کرنا ہوگا۔ خوشی سے نہ کرو گے تو زبردستی۔ لیکن تم

بھاگ نہیں سکتے۔ جب بھی ارادہ کیا جہاں کہیں بھی ہو گے تمہاری کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔ ہمارے آدمی ہر وقت تمہاری نگرانی کریں گے۔"

حمید تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "کام کی نوعیت معلوم کئے بغیر میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن دھوکہ نہ ہو، ورنہ میں بخشنا تو جانتا ہی نہیں۔"

"تمہیں ریگل لاج میں ایک چھوٹا سا پیکٹ پہنچانا ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں تمہیں خطرات سے بھی آگاہ کر دوں تاکہ دھوکے کا احتمال نہ رہے۔ میرے ساتھ آؤ۔" وہ اُسے وہاں سے دوسرے کمرے میں لے گیا۔

راگ اور خون

تقریباً دو گھنٹے بعد حمید راگ محل کے باہر آیا۔ اس کے ساتھ میں ایک خوبصورت سا پیکٹ تھا۔ للی بسکٹ کا پیکٹ۔ وہ اُسے یونہی کھلے عام ہاتھ میں دبائے ہوئے چل رہا تھا۔ اس پیکٹ کے لئے اتنی راز داری! حمید سے کہا گیا تھا کہ وہ اُسے آٹھ دس آدمیوں کی نگرانی میں ریگل لاج تک لے جائے گا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے لیکن وہ اُن کی شخصیتوں سے ناواقف تھا۔ ویسے اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ بیچ سڑک پر بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس پیکٹ میں ہے کیا؟ وہ اسے اجنبی ہاتھوں میں دینے جا رہا تھا اُسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہوگا کون۔ اس سے تو یہ کہا گیا تھا کہ جس کے لئے یہ پیکٹ بھیجا جا رہا ہے وہ خود ہی اُسے پہچان کر اس سے لے لے گا۔ اس اتنے سے کام کی اجرت پانچ بڑے نوٹوں کی شکل میں دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ بڑی عجیب بات تھی۔ وہ پیکٹ علانیہ طور پر لے جایا جا رہا تھا اور آٹھ دس آدمی چھپ کر اس کی حفاظت کر رہے تھے اور پھر اسے پیدل ہی ریگل راج تک پہنچانا تھا۔ جس کا فاصلہ راگ محل سے ڈھائی میل ضرور رہا ہوگا۔ حمید چلتا رہا۔ وہ اب تک ایک میل تک پیدل چل چکا تھا۔

اس وقت شہر کے ایک بھرے پُرے حصے سے گزرتے وقت بھی موت اُس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔ اچانک ایک گلی سے ایک چھوٹا سا جلوس نکلا۔ حمید پہلے ہی سے اس

کے نعرے سنتا رہا تھا۔ غالباً یہ جلوس کارپوریشن کے الیکشن سے تعلق رکھتا تھا۔

''اپنا ووٹ کس کو دو گے!'' ایک آدمی چیخا۔

''بندے علی کو۔'' درجنوں آوازیں ہم آہنگ ہو جاتیں۔

وہ جلوس کچھ اس طوفانِ بدتمیزی کی طرح گلی سے نکلا کہ حمید کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کئی آدمی بیک وقت اُس سے آٹکرائے تھے اور پھر .... للّی بسکٹ کا پیکٹ بھی اُس کی گرفت سے نکل گیا۔ بس پھر کیا تھا...... کھوپڑی ہوا ہوگئی۔ بوکھلاہٹ میں اُسکا ہاتھ ایک ایک کے گریبان پر پڑنے لگا۔

جلوس تتر بتر ہو گیا۔

''کیا ہے! کیا ہے۔'' کسی نے چیخ کر پوچھا۔

''مخالف پارٹی کا آدمی...... شیخ چھتانی کا آدمی۔''

''مارو سالے کو......!''

سالے کے حواس غائب ہو گئے اور وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگا۔ جلوس چیختا چنگھاڑتا ہوا اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اندھیرا پھیل چکا تھا اور سڑکیں جگمگا رہی تھیں۔ لیکن یہاں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قیامت آ گئی۔ بعض راہگیروں نے بھی دوڑنا شروع کر دیا تھا لیکن وہ خوف کی وجہ سے بھاگ رہے تھے۔ دوسروں کو بھاگتے دیکھا، خود بھی بھاگ لئے۔ دوکانیں دھڑا دھڑ بند ہونے لگیں تھیں۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اب اگر ایسے موقع پر کسی کے ہاتھ آ گیا تو کچومر نکل جائے گا۔

اچانک وہ ایک گلی میں مڑ گیا۔ لیکن اس میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ یہ فعل قطعی غیر ارادی طور پر سرزد ہوا تھا۔ بہرحال اس کے ستارے اچھے ہی تھے کہ آگے چل کر گلی تاریک ہوگئی تھی۔ وہ بے تحاشہ دوڑتا ہی رہا۔ اس کے پیروں میں کریپ سول جوتے تھے اور وہ پنجوں کے بل دوڑ رہا تھا۔ اس لئے آواز بھی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تقریباً پندرہ منٹ تک تاریک گلیوں میں چکراتا رہا۔ پھر اُس نے سوچا کہ اب اسے سڑک پر نکل جانا چاہئے۔ تعاقب کرنے والوں کی آوازیں بھی اب نہیں سنائی دیتی تھیں۔

اُسے اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ کس طرح اپنی قیام گاہ تک پہنچا۔ یہ اُسی عمارت کا ایک فلیٹ تھا جہاں فریدی نے اُسے ٹھہرنے کو کہا تھا۔

وہ پلنگ پر گر کر ہانپنے لگا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے بہت ہی تیز قسم کا بخار ہو گیا ہو کیونکہ اس وقت اس کے خیالات بڑے ''ہذیانی'' قسم کے ہو رہے تھے۔ بے سر و پا اور وہ ہانپ رہا تھا اور غصے کا تو پوچھنا ہی کیا۔ وہ گالیاں بھی بے تکی اور مہمل ہی تھیں، جو دل ہی دل میں سراغ رسانی اور سراغ رسانوں کو دے رہا تھا۔

وہ آدھ گھنٹے تک بے سدھ پڑا رہا۔ پھر اٹھ کر دو تین گلاس پانی چڑھا گیا۔ لَلی بسکٹ کا پیکٹ اُس کے ذہن میں تھا۔ اس وقت اس کے اعصاب پر فریدی سوار تھا، جو کچھ سوچے سمجھے بغیر اُسے جہاں چاہتا تھا جھونک دیتا تھا۔ بہت دیر بعد اُسے وہ پیکٹ یاد آیا لیکن وہ گالیاں کھائے بغیر نہ رہ سکا۔

ویسے اُسے اُس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں تھی کیونکہ اس کی دانست میں وہ اُسی آدمی کے ہاتھ لگا ہوگا جس کے لئے بھیجا گیا تھا۔

اُس کا جوڑ جوڑ دکھنے لگا تھا اور تھکن بھی شباب پر تھی۔ وہ ملبوسات کی الماری کی طرف بڑھا کہ اب لباس تبدیل کر کے سو جائے۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

''ارے...... کیا مصیبت آ گئی ہے۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا دروازے کے قریب آیا اور چٹخنی گرادی۔ دروازہ کھلا اور سامنے راگ محل کے دو ایسے آرٹسٹ کھڑے نظر آئے جن سے حمید کے تعلقات بہت اچھے تھے۔

''تمہیں راگ محل تک چلنا ہے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

اس کا لہجہ اتنا خراب تھا کہ حمید کو غصہ آ گیا۔ اُس نے بگڑ کر کہا۔ ''ضروری نہیں ہے۔ اب میں سونا چاہتا ہوں۔''

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس نے دیکھا کہ اُن کے کوٹوں کی جیبوں سے ریوالور کی نالیں جھانک رہی ہیں اور آنکھوں میں سفا کی اور درندگی تو پہلے ہی سے نظر آ رہی تھی۔

حمید نے چپ چاپ مڑ کر اپنی فلٹ ہیٹ اٹھائی۔ باہر نکل کر دروازے کو مقفل کیا اور اُن کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ ان دونوں کے بیچ میں تھا اور وہ اس سے لگے ہوئے چل رہے تھے۔ باہر سڑک پر ایک کار موجود تھی ایک نے حمید کو پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دوسرا اسٹیئرنگ کے

سامنے جا بیٹھا۔ کار چل پڑی۔

حمید اپنی بائیں پسلی میں ریوالور کی نال کی چبھن محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے کنکھیوں سے اپنے قریب بیٹھے ہوئے آرٹسٹ کو دیکھا پھر اسطرح نشست کی پشت گاہ سے ٹک گیا جیسے وہ سب کچھ مذاق ہی ہو۔ حمید انہیں یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہے۔

راگ محل میں اس وقت صرف تین لڑکیاں پیانو اور طبلے پر رقص کی مشق کر رہی تھیں۔ حمید کچھ اس درجہ بوکھلایا ہوا تھا کہ نہ تو اسے پیانو کی آواز سنائی دی اور نہ وہ رقص کرتی ہوئی لڑکیاں ہی دکھائی دیں۔

حمید کو سیکریٹری کے آفس میں دھکیل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا لیکن یہاں بیٹھی ہوئی عورت پر اس کی نظر فوراً پڑ گئی۔ یہ سرلا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ سیکریٹری کے علاوہ ایک آدمی اور بھی تھا جس کے چہرے پر سرخ رنگ کی داڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں والی عینک۔ حمید نے اسے پہلے پہل دیکھا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" سیکریٹری نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

حمید نہ جانے کیوں یہاں پہنچ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ اُس نے چاروں طرف اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی اور پھر جواب طلب نظروں سے سیکریٹری کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ پیکٹ کہاں ہے؟" سیکریٹری نے گرج کر پوچھا۔

"یہ کہو کہ اب تمہاری نیت میں فتور آ گیا ہے۔" حمید نے بھی بالکل اُسی کے سے انداز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب......؟"

"یہی کہ تم وعدہ کے مطابق مجھے پانچ سو روپے نہیں دینا چاہتے۔"

"کیا تم نے اُسے ریگل لاج تک پہنچا دیا تھا۔"

"نہیں وہ راستے ہی سے خود بخود ریگل لاج تک جا پہنچا۔"

سیکریٹری اُسے چند لمحے گھورتا رہا پھر بولا۔ "سنجیدگی سے گفتگو کرو، ورنہ ہوسکتا ہے کہ یہیں تمہاری لاش پھڑکنے لگے۔"

''مجھے لاشوں سے خوف نہیں معلوم ہوتا اور میں بالکل سنجیدگی سے گفتگو کر رہا ہوں۔''

''جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کیجئے۔'' سرلا نے منیجر سے کہا۔

''یہ مجھ سے عشق نہیں کریں گے محترمہ۔'' حمید اُسے آنکھ مار کر بولا اور سرلا بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''تم زیادہ بکواس نہ کرو۔ پیکٹ واپس کر دو۔''

''اگر وہ میرے پاس ہو تو ضرور واپس لے لو۔''

''کس کے پاس ہے۔''

''اوہ مسٹر سیکریٹری۔'' حمید کا لہجہ دفعتاً نرم ہو گیا۔ ''کیا ممکن نہیں ہے کہ اُس آدمی نے راستے ہی میں مجھ سے وہ پیکٹ لے لیا ہو۔''

''میں احمق نہیں ہوں۔'' منیجر غرایا۔

''اگر میں تمہیں احمق سمجھتا ہوں تو مجھے یقیناً گولی مار دو......!''

''تم نہیں بتاؤ گے۔''

''کیا تمہارے آدمی اندھے تھے جن کی نگرانی میں مجھے ریگل لاج بھیجا گیا تھا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ کیا انہوں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں نے کس طرح اُس غول بیابانی سے اپنی جان بچائی تھی۔ آخر کوئی دوسرا وہ پیکٹ چھیننے ہی کیوں لگا۔ بظاہر وہ بسکٹوں کا پیکٹ تھا۔''

''لیکن حقیقتاً کیا تھا۔'' منیجر نے سوال کیا۔

''میں کیا جانوں...... میں نے اُسے کھول کر دیکھا نہیں تھا۔ کیا نگرانی کرنے والوں نے یہ بھی نہیں بتایا۔''

''اچھا دوست تم بھی کیا یاد کرو گے۔'' سیکریٹری نے بڑبڑا کر سرخ داڑھی والے کی طرف دیکھا اور سرخ داڑھی والے نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

''سرلا......!'' سیکریٹری نے سرلا سے کہا۔ ''تم باہر جاؤ...... تم نے آج تک کسی کو قتل ہوتے نہ دیکھا ہوگا۔''

''پہلے پیکٹ کا سراغ ملنا چاہئے۔'' سرلا بولی۔ ''قتل کرنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اگر وہ غلط

ہاتھوں میں پہنچ گیا تو۔"

"تم جاؤ تو......!"

حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن اس سے زیادہ اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سیکریٹری نے شام ہی کو میز کی دراز سے ایک ریوالور نکالا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اب بھی وہیں موجود ہو۔

دفعتاً کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔

"کون ہے؟" سیکریٹری نے غصیلی آواز میں کہا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں دروازہ کھل گیا۔ سامنے راگی کھڑا تھا۔ وہ کمرے میں چلا آیا۔

"مسٹر راگی۔" سیکریٹری نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے اس وقت ہم ایک پرائیویٹ موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں۔"

"اوہ اچھا! میں جا رہا ہوں۔" راگی دروازے کی طرف مڑا۔

"ٹھہریئے مسٹر راگی۔" حمید نے بلند آواز میں کہا۔ "بھلا مجھے ان کے پرائیویٹ موضوعات سے کیا سروکار ہوسکتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"تو پھر چلئے۔" راگی نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔

"نہیں مسٹر راگی آپ جایئے۔" سیکریٹری جھنجھلا کر بولا۔ "میں ان حضرت کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہوں۔"

"اوہو! تو آپ بھی واقف ہو گئے ہیں۔" راگی نے حیرت سے کہا۔

"ارے مسٹر راگی تو کیا آپ جان بوجھ کر ایک مفرور قاتل کو آرٹسٹ بنا لائے تھے۔" سیکریٹری شکایت آمیز لہجے میں بولا۔

"مفرور قاتل...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" راگی نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "ارے یہ تو شہر کا سب سے بڑا عورت خور کیپٹن حمید ہے۔"

"کیا......؟" سیکریٹری اچھل پڑا۔ سرخ داڑھی والا بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ سرلا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں حمید نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن راگی نے اُسے اس طرح اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا جیسے کسی شریر بچے کو دوڑتے میں پکڑ لے۔

''آپ کہاں چلے حمید صاحب۔'' اُس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''آپ یہاں بھیس بدل کر عیاشی کرنے آئے تھے لیکن یہ کلا مندر ہے۔ آوارہ پریوں کا اکھاڑہ نہیں۔ آپ کی شامت ہی آپ کو یہاں لے آئی تھی۔''

دفعتاً سرخ داڑھی والا خنجر کھینچ کر اُس کی طرف جھپٹا۔ لیکن قریب پہنچنے سے پہلے ہی راگی کی لات اُس کے پیٹ پر پڑی اور وہ خنجر پھینک کر دوہرا ہو گیا۔

سیکریٹری میز کی دراز سے ریوالور نکال چکا تھا۔ وہ اُس کا رخ اُن دونوں کی طرف کرتا ہوا بولا۔ ''تو مسٹر راگی تم لازمی طور پر کرنل فریدی ہو۔''

''اب آپ کو شاید خواب آ رہے ہیں۔'' راگی مسکرا کر بولا۔ ''میں تو اس عورت خور کو اچھا سبق دینا چاہتا تھا۔ اسی لئے اب تک خاموش اور موقعے کا منتظر تھا لیکن اگر آپ مجھے فریدی سمجھنے پر مصر ہیں تو چلئے یہی سہی۔ میں چھ ماہ سے آپ کے کلا مندر کی سیوا کر رہا ہوں۔''

سیکریٹری پے در پے ریوالور کا ٹریگر دباتا ہی چلا گیا۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے علاوہ اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ریوالور خالی تھا۔

راگی یا فریدی نے پرزور قہقہہ لگایا۔ اب اُس نے حمید کو چھوڑ دیا تھا۔

''جہاں فریدی ہو، وہاں بغیر لائسنس کے ریوالوروں کا دم نکل جاتا ہے۔ مسٹر سیکریٹری۔ یہ حمید کے جانے کے بعد سرِشام ہی خالی کر دیا گیا تھا۔''

سرخ داڑھی والا جو اب بھی پیٹ پکڑے زمین پر بیٹھا ہوا تھا اپنی دانست میں ان دونوں سے نظر بچا کر خنجر کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا۔ اُدھر اُس کا ہاتھ خنجر کے دستے پر پڑا اور ادھر فریدی کا پیر اس کے ہاتھ پر پہنچ گیا۔ سرخ داڑھی والا ایک بار پھر درد کی شدت سے چیخا لیکن اگر اس دوران میں فریدی بڑی پھرتی سے جھک نہ گیا ہوتا تو سیکریٹری کے پھینکے ہوئے ریوالور کا اس کے سر پر جا پڑنا لازمی تھا۔ سرلا ایک کنارے کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

''حمید تم دروازے پر ٹھہرو۔'' فریدی نے کہا۔ ''سنا ہے سیکریٹری صاحب کو اپنی طاقت پر بہت ناز ہے۔ مجھے دیکھنا ہے کہ یہ پی سنگ کی ہڈیاں کتنی دیر میں توڑ سکتے ہیں۔''

''پی سنگ......کہاں ہے۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''اس کی عینک اتار دو اور داڑھی نوچ ڈالو۔ پی سنگ کا دیدار نصیب ہو جائے گا۔''

سیکریٹری گھونسا تان کر فریدی کی طرف جھپٹا لیکن فریدی جیب سے ریوالور نکالتا ہوا بولا۔

''جہاں ہو وہیں ٹھہرو! میں آج لڑنے بھڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

پھر حمید سے کہا۔ ''دروازہ بند کردو۔ یہ تو میرے اصول کے خلاف ہے کہ کوئی مجرم ٹوٹے پھوٹے بغیر شریف آدمیوں کی طرح حوالات میں چلا جائے۔''

حمید نے جھپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ پھرتیلا نظر آنے لگا تھا۔

''ہاں تو سیکریٹری صاحب آپ بہت طاقتور ہیں...... اوہو! آپ مطمئن رہئے۔ اس وقت راگ محل میں ہم چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ میں آپ کے آدمیوں کو پہلے ہی یہاں سے باہر ہانک چکا ہوں۔ وہ کسی سڑے سے بار میں اس وقت شراب پی رہے ہوں گے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا سیکریٹری صاحب کہ آپ بہت طاقتور ہیں لہٰذا سرلا کے بال پکڑ کر اُسے زمین سے اٹھا لیجئے۔''

سیکریٹری بدستور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

''چلئے! چلئے! ورنہ میرے ریوالور کی گولی کم از کم آپ کی ران کی ہڈی ضرور توڑ دے گی اور ابھی آپ کو پی سنگ پر بھی قوت آزمائی کرنی پڑے گی۔ گو کہ آپ اُس کے ایک ادنیٰ غلام ہیں۔ سرلا ہی وہ مجرمہ ہے جس کی وجہ سے لڑکیوں میں پاگل پن کی وباء پھیلی ہے۔''

''نہیں...... نہیں۔'' سرلا خوفزدہ آواز میں چیخی۔

''اوہو...... کیا تم نے ڈاکٹر زیدی کے اُس عرق کا فارمولا نہیں چرایا تھا جو وہ قوت حافظہ کے لئے تیار کر رہے تھے۔''

سرلا کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ کھڑی کانپتی رہی۔ فریدی نے سیکریٹری سے کہا ''کہاں ہے وہ عرق اسے نکالو نا۔ تم بھی پیئو اور پی سنگ کو بھی پلاؤ۔ ظاہر ہے تم دونوں کو بھی مجھ پر غصہ تو آ ہی رہا ہوگا۔ اُسے پی کر تم یہ بھی بھول جاؤ گے کہ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ پھر اپنا کام نہایت آسانی سے انجام دے سکو گے۔''

''یہ سب بکواس ہے۔'' پی سنگ نے چیخ کر کہا۔ ''تم خواہ مخواہ ہمیں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

"بیٹے پی سنگ...... میں ایک سال سے تمہارے چکر میں ہوں۔ اگر اس میں نہیں تو کسی وسرے معاملے میں پھنس جاؤ گے۔ تم نے قتل کرائے ہیں اور اب اس عرق کے ذریعہ شہر کو جہنم ا رہے ہو۔ لڑکیوں کو اس کی لت پڑ گئی ہے۔ وہ اپنے گھروں سے بڑی بڑی رقمیں غائب لر کے اسے خریدتی ہیں، اسی لئے یہ وباء غریب گھرانوں کی لڑکیوں میں نہیں پھیل سکی۔

"سب جھوٹ ہے! بکواس ہے۔ پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔ تم میرے پرانے دشمنوں میں سے ہو۔"

"میں جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں اُسے عدالت میں ثابت کرنے کے لئے میرے پاس بے ار ثبوت ہیں۔ ڈاکٹر زیدی نے حقیقتاً یہ عرق طالب علموں ہی کے لئے بنانے کی کوشش کی تھی۔ سے پی کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ذہن پر جلا ہوگئی اور پھر یاد داشت حیرت انگیز طور پر ذہن کے تاریک گوشوں کو کریدنے لگتی ہے۔ مگر اس میں دو خامیاں رہ گئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ یہ شراب سے بھی زیادہ نشہ آور ہو گیا تھا اور دوسری یہ کہ اگر اس کے نشے کی حالت میں آدمی کو غصہ جائے تو وہ کتوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، ڈاکٹر زیدی کو دوسری خامی کا علم نہیں تھا۔ یہ سو مدی میری دریافت ہے۔ تم یوں بھی غیر قانونی طور پر شراب کشید کرتے رہے ہو۔ سرلا تم سے ں اور نئے بیوپار کے متعلق مشورہ لیا۔ تم اس پر روپیہ لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔ سرلا تمہارے لئے عرق کشید کرتی رہی اور تم اسے اپنے چند خوبصورت ایجنٹوں کے ذریعہ مالدار گھرانوں کی کیوں میں کھپاتے رہے۔ وہ شروع میں اپنی قوت حافظہ بڑھانے کے لئے اُسے استعمال کرتی ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس بُری طرح اس کی عادی ہوگئیں کہ انہیں ہر وقت نشے کی ضرورت سوس ہونے لگی اور اب تم دونوں ہاتھوں سے روپیہ بٹور رہے ہو۔ تمہارے ایجنٹ ان لڑکیوں کو دیتے ہیں کہ وہ عرق کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتائیں ورنہ پھر انہیں اس کی ایک بوند بھی نہ مل لے گی۔ لہٰذا وہ اصلاح خانوں کی قید برداشت کر لیتی ہیں مگر اس عرق کی ہوا تک نہیں لگنے تیں، چونکہ وہ ہر وقت اس کے نشے میں رہنا چاہتی ہیں لہٰذا جب کبھی بھی نشے کی حالت میں غصہ آجاتا ہے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتی ہیں۔ سرلا خود بھی اس نشے کی عادی ہے ر اس کے نشے اور غصے نے ہماری توجہ راگ محل کی طرف مبذول کرائی تھی۔ ورنہ ویسے بھی ل میں چھ ماہ سے راگی آرٹسٹ کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں لیکن وہ دوسرا چکر تھا۔ میں

دیکھنا چاہتا تھا کہ یہاں پی سنگ کی سرپرستی میں کیا ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اب میں اپنی اس حرکت کو ''پیش بینی'' کا نام دے دوں...... خیر ختم کرو۔ مگر نہیں آج کا لطیفہ بھی سنتے چلو۔ حمید یہاں اس شکل میں اس لئے لایا گیا تھا کہ تم اس سے کسی قسم کا کام لو۔ تم لوگوں کی اس حرکت سے میں پہلے واقف تھا کہ تم قانون سے بھاگے ہوئے مجرموں کو سہارا دے کر اُن سے مختلف قسم کے کام لیتے ہو۔ ادھر چونکہ تمہارے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ میں تمہارے سارے آدمیوں سے واقف ہوں اس لئے تم نے اس تقسیم کاری کے لئے راگ محل کو منتخب کیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں تقسیم کرنے والے ایسے آدمیوں کی ضرورت بھی درپیش ہوسکتی ہے جو بالکل نئے ہوں اور جن پر میری نظر بھی نہ ہو۔ تم نے اپنے پرانے دستور کے مطابق حمید کو کوئی مفرور مجرم سمجھ کر پھانسنے کی کوشش کی۔ میں یہی چاہتا تھا۔ نہیں پی سنگ تم چپ چاپ کھڑے رہو گے۔ ہاں اور وہ جلوس جس کے نرغے میں آکر حمید نے پیکٹ کھویا تھا میرا ہی ترتیب دیا ہوا تھا۔ مگر حمید کے فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ تھی ورنہ اتنی شاندار ایکٹنگ نہ کرسکتا۔''

''کیا......!'' حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ ''حمید کا شاندار جنازہ کیسا رہے گا۔''

''جلوس ہی کی وجہ سے تم بچ گئے بیٹے...... ورنہ بیک وقت آٹھ گولیاں تمہارے جسم کو چھلنی کردیتیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا اور پھر اُس نے سیکریٹری سے کہا۔ ''میرے پاس وقت کم ہے۔ سرلا کو بال پکڑ کر زمین سے اٹھاؤ...... چلو......!'' ساتھ ہی اُس نے فائر بھی کردیا۔ گولی اس کی بائیں ران کو چھوتی ہوئی گذر گئی۔ سیکریٹری اچھل کر ایک طرف ہٹا اور کرسی سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ وہ پاگلوں کی طرح اپنی ران ٹٹول رہا تھا۔ پھر وہ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا اور بے تحاشہ سرلا کی طرف جھپٹا۔ دوسرے ہی لمحے میں سرلا زمین سے ایک فٹ کی اونچائی پر جھولتی ہوئی ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔

''واقعی تم کافی طاقتور ہو۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔ مگر حمید کو فریدی کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا۔ وہ کسی خوبصورت عورت کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا اسلئے وہ سیکریٹری کیطرف بڑھا۔

''کہاں چلے؟ چپ چاپ اپنی جگہ کھڑے رہو ورنہ میں تمہیں بھی......!''

حمید جھلا کر پلٹا لیکن فریدی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اُس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

کتنی درندگی اور سفاکی تھی اس کے چہرے پر!

''اس کی وجہ سے شہر کی تقریباً چار سولڑکیاں برباد ہوئی ہیں۔'' فریدی غرایا۔ ''ہر طرح برباد ہوئی ہیں، پی سنگ کے ایجنٹ انہیں اپنی مائیں یا بہنیں نہیں سمجھتے تھے۔ وہ سب طالبات ہیں۔ ان کا مستقبل تاریکیوں میں جاسویا۔ وہ اس لئے برباد ہوئیں کہ اپنی قوت حافظہ پر جلا کرنا چاہتی تھی۔ یہ مقصد پھر نشے کی عادت میں کھو گیا۔ حمید پیچھے ہٹ آؤ...... میرا بس چلے تو میں اس عورت کو کتوں سے نچوا ڈالوں۔''

سرلا چیختے چیختے مضمحل ہوگئی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسکے حواس جواب دے رہے ہوں۔

''اسے نیچے ڈال دو۔'' فریدی نے سیکریٹری کو حکم دیا۔ ''اور اب پی سنگ کو اتنا پیٹو کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو جائے۔''

''نن...... نہیں۔'' سیکریٹری ہانپتا ہوا بولا۔

''میں تمہارے خلاف کوئی قتل نہیں ثابت کرسکوں گا کہ تمہیں پھانسی ہی ہو جائے۔'' فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ ''لیکن میرے ریوالور کی گولی تمہیں موت سے ضرور ہمکنار کرسکتی ہے۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ پی سنگ جیسے مجرموں کو پکڑنے کے سلسلے میں ایک نہیں اگر دس آدمیوں کی جانیں بھی تلف ہو جائیں تو محافظوں کو خوشی ہی ہوگی...... کیا سمجھے۔''

سیکریٹری چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر پی سنگ پر ٹوٹ پڑا۔ پی سنگ کے منہ سے گالیوں کا طوفان امنڈ پڑا۔ ایک بار پھر حمید کی نظروں کے نیچے ویسا ہی ڈرامہ شروع ہو گیا جیسا کچھ دن پہلے وہ ایک ویرانے میں دیکھ چکا تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے اور ان کے انداز میں وحشت تھی۔ وہ دو اجنبی کتوں کی طرح غرا غرا کر ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے اور حمید پاگل ہوا جا رہا تھا۔ آخر فریدی کو ہو کیا گیا ہے۔ اس نے یہ کون سا طریقہ ایجاد کیا ہے۔

اچانک ان دونوں کے شور میں فریدی کی آواز ابھری۔ ''تم دونوں اس وقت اُن لڑکیوں سے بھی بدتر نظر آ رہے ہو جو تمہارے نشیلے عرق کا شکار ہو کر جانوروں کی طرح بے عقل ہو جاتی ہیں...... مارو ایک دوسرے کو۔ اچھی طرح توڑو، اگر کسی کے بھی ہاتھ سست ہوئے تو وہ موت کی گود میں جاسوئے گا۔''

وہ دونوں ایک دوسرے کو نوچتے اور بھنبھوڑتے رہے۔ پی سنگ کو غالباً اس بات پر غصہ تھا کہ اُس کا ایک ملازم اُسے پیٹ رہا ہے اور سیکریٹری؟ اسے موت کا بھی خوف تھا اور پی سنگ پر غصہ بھی کیونکہ وہ انتہائی زیرک ہونے کے باوجود بھی فریدی کے جال میں پھنس گیا تھا۔

یہ جنگ تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ حمید پر اکتاہٹ طاری تھی۔ سرلا ہوش میں آ گئی تھی اور اب ایک کونے میں منہ ڈالے ہوئے کسی سردی کھائے ہوئے بکری کے بچے کی طرح کانپ رہی تھی۔

پھر دونوں تھک کر گر گئے۔ وہ سر سے پیر تک خون میں نہائے ہوئے تھے۔

کمرے کا سناٹا بڑا بھیانک تھا۔ حمید کو ہزارہا سال پہلے کا آدمی یاد آ رہا تھا۔ وحشی اور جانوروں کی سی حس رکھنے والا۔ اُس نے فریدی کی طرف دیکھا اور کانپ گیا۔ سرلا پھر بیہوش ہو گئی تھی۔ دوسری صبح پی سنگ کے سارے اڈوں پر چھاپے مارے گئے۔ اُس عرق کی بہت بڑی مقدار برآمد ہوئی۔ اس کے علاوہ لاتعداد غیر قانونی طور پر مہیا کی ہوئی چیزیں۔ ڈاکٹر زیدی نے اُس عرق کا تجربہ کر کے بتایا کہ وہ سو فیصدی وہی عرق تھا جس کا فارمولا سرلا نے اس کی لیبارٹری سے چرایا تھا۔ پھر فریدی نے اس عرق کا تجربہ خود اپنے اوپر کیا اور اپنی باضابطہ رپورٹ میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔ ''اگر اس کے نشے کی حالت میں غصہ آ جائے تو پھر آدمی کو ہوش نہیں رہتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہ کیفیت صرف تھوڑی دیر تک رہتی ہے یا ہوسکتا ہے کہ اس مدت کا انحصار آدمی کے مزاج اور اس کی جسمانی قوت پر ہو۔ کمزور آدمیوں کو جلد ہی غصہ آتا ہے اور جلد ہی رفع بھی ہو جاتا ہے۔ طاقتور دونوں ہی صورتوں میں زیادہ وقت لیتے ہیں۔ بہر حال غصے کی کیفیت رفع ہونے کے بعد نشے کے اثرات بھی زائل ہو جاتے ہیں اور نشے سے پہلے کی سی کیفیت لوٹ آتی ہے۔''

حمید کو اس کیس میں صرف دو ہی واقعات زیادہ اہم معلوم ہوئے تھے اور وہ دونوں واقعات وہی تھے جن میں فریدی نے آدمیوں کو کتوں کی طرح لڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حمید نے اس کی وجہ بہت پوچھی لیکن ہر بار فریدی کا یہی جواب ہوتا۔ ''میں تفریح کے موڈ میں تھا۔''

ختم شد